پندرہ روزہ

احباب جماعت کی تعلیم وتربیت کے لیے

پیغامِ صُلح

لاہور

فون نمبر: 5863260
5862956

مدیر: چوہدری ریاض احمد

Email: centralanjuman@yahoo.com

رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 98 | 27 ربیع الاوّل تا 27 ربیع الثانی 1432 ہجری یکم تا 31 مارچ 2011ء | شمارہ نمبر 6-5

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

میری صداقت کے فیصلے کا ایک آسان طریق

لہذا اب مجھے اتمام حجت کے لئے ایک اور تجویز خیال میں آئی ہے اور امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے اور یہ تفرقہ جس نے ہزارہا مسلمانوں میں سخت عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے روبہ اصلاح ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء اور مردان باصفا کی خدمت میں اللہ جلشانہ کی قسم دے کر التجا کی جائے کہ وہ میرے بارے میں اور میرے دعوے کے بارے میں دعا اور تضرع اور استخارہ سے جناب الٰہی میں توجہ کریں پھر اگر ان کے الہامات اور کشوف اور رویاء صادقہ سے جو حلفاً شائع کریں کثرت اس طرف نکلے کہ گویا یہ عاجز کذاب اور مفتری ہے تو بیشک تمام لوگ مجھے مردود، مخذول، ملعون، مفتری اور کذاب خیال کرلیں اور جس قدر چاہیں لعنتیں بھیجیں۔ ان کو کچھ بھی گناہ نہیں ہوگا اور اس صورت میں ہر ایک ایماندار کو لازم ہوگا کہ مجھ سے پرہیز کرے اور اس تجویز سے بہت آسانی کے ساتھ مجھ پر اور میری جماعت پر وبال آجائے گا۔ لیکن کشوف اور الہامات اور رویاء صادقہ کی کثرت اس طرف ہو کہ یہ عاجز منجانب اللہ اور اپنے دعوےٰ میں سچا ہے تو پھر ہر ایک خدا ترس پر لازم ہوگا کہ میری پیروی کرے اور تکفیر اور تکذیب سے باز آجائے۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص کو آخر ایک دن مرنا ہے پس اگر حق کے قبول کرنے کے لئے اس دنیا میں کوئی ذلت بھی پیش آئے تو وہ آخرت کی ذلت سے بہتر ہے۔ لہذا میں تمام مشائخ اور فقراء اور صلحاء پنجاب اور ہندوستان کو اللہ جلشانہ کی قسم دیتا ہوں جس کے نام پر گردن رکھ دینا سچے دینداروں کا کام ہے کہ وہ میرے بارے میں جناب الٰہی میں کم سے کم اکیس روز توجہ کریں یعنی اس صورت میں کہ اکیس روز سے پہلے کچھ معلوم نہ ہو سکے اور خدا کے انکشاف اس حقیقت کا چاہیں کہ میں کون؟ آیا کذاب ہوں یا منجانب اللہ۔ (اشتہار ۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء)

کُشتۂ محبت الٰہی کا مقام

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ملک سے مجھ کو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہے کام
کام میرا ہے دِلوں کو فتح کرنا نے دیار

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمین کو کیا کریں
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار

ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
گو بہت دنیا میں گذرے ہیں امیر و تاجدار

داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمین کا عزو جاہ
جس کا جی چاہے کرے اس داغ سے وہ تن فگار

کام کیا عزت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض
گر وہ ذلّت پہ ہو راضی اس پہ سو عزت نثار

ہم اُسی کے ہوگئے ہیں جو ہمارا ہوگیا
چھوڑ کر دنیائے دوں کو ہم نے پایا وُہ نگار

دیکھتا ہوں اپنے دِل کو عرش رب العالمین
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار

کوئی راہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں
طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار

اس کے پانے کا یہی اے دوستو اک راز ہے
کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائے گا زر بے شمار

تیر تاثیر محبت کا خطا جاتا نہیں!
تیرا اندازو! نہ ہونا ست اس میں زینہار

درس قرآن کریم

سورت فاتحہ میں دعا اور رہنمائی کے ذریعہ دنیاوی اور اخروی کامیابی کی ضمانت ہے

بانی سلسلہ احمدیہ نے بیعت میں تقویٰ اختیار کرنے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو بنیادی حیثیت دی ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بر موقع سالانہ دعائیہ، مورخہ 27 دسمبر 2010ء

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ ○ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ○ مٰلِکِ یَومِ الدِّینِ ○ اِیَّاکَ نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ ○ اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ ○ صِرَاطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیھِم ○ غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیھِم وَلَا الضَّآ لِّینَ ○

آج کا یہ درس میں نے سورت فاتحہ کی تلاوت سے شروع کیا ہے۔ جس کے معنی سے آپ سب واقف ہیں ان آیات کا ترجمہ یہ ہے۔

"اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے"

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے"۔

آج کے درس میں سورۃ فاتحہ کی آیت اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ میں کچھ خیالات کا اظہار کروں گا۔ اس سورۃ کی برکت اور اس کی اہمیت اتنی ہے کہ یہ ہماری نمازوں کا حصّہ ہے اور اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی کیونکہ سارے قرآن کا مغز اس میں ہے اور پھر اس کا مغز اِیَّاکَ نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ ○ اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ میں ہے۔ ان دو آیات میں وہ عظیم الشان ہدایت نامہ ہے جس کو ہمارے زمانے کے امام نے اپنی سچائی کی گواہی میں اس کی بے نظیر تفسیر کر کے پیش کی اور مخالفین کو دعوت دی کہ قرآن کریم کی تفسیر میں جس الٰہی بصیرت کا میں نے انکشاف کیا ہے وہ بھی مقابل میں اس کی تفسیر کریں۔ غالباً پچھلے سات آٹھ مہینوں سے میاں عمر فاروق صاحب اور میں بھی یہ کوشش کرتے آرہے ہیں کہ اس چھوٹی سی صورت میں الٰہی معرفت اور انسانی رہنمائی کا جو ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر متکشف ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں اس کو آپ کے گوش گذار کر سکیں۔ اس سورت کی بار بار تلاوت اور اس کے معانی اور مقاصد پر غور کرنے سے ہر مرتبہ کوئی نہ کوئی نیا پہلو اللہ تعالیٰ دماغ میں ڈال دیتا ہے۔

اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ کا ترجمہ تفسیر بیان القرآن میں جیسے کہ میں نے پڑھا ہے یہ ہے کہ اس سورت میں بندہ اللہ کی ربوبیت کے ذریعہ اور اس کے فیض کو دعا

کے ذریعے حاصل کرتا ہے ”کہ تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا“۔ لیکن اسی کو اگر ہم حضرت مولانا محمد علی صاحب کی انگریزی ترجمہ میں پڑھیں تو وہاں یوں ہے Guide us on the straight path۔ اب Straight or right یعنی سیدھا راستہ۔ سیدھے کے بارے میں تھوڑی سی وضاحت کی ضرورت ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے یہ ذہن میں رکھیں کہ دونوں ترجمے اپنی اپنی جگہ ایک خاص مفہوم رکھتے ہیں۔ یہ دونوں ترجمے ایک ایسی ہستی نے کئے جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے خاص دعاؤں اور برکات سے نوازا ہے۔ لیکن اردو اور انگریزی الفاظ ترجمہ کے علاوہ اپنی اپنی جگہ اہل زبان کو ایک خاص مفہوم ذہنوں میں لاتے ہیں جو ترجمہ کے لفظ سے زیادہ وسیع اور گہرے ہیں۔ اب جب آپ Right path کہیں گے تو سادہ مفہوم انگریزی میں correct path یعنی صحیح راستہ ہوگا جو درست ہے۔

مثال کے طور پر جب ہم سکول جاتے ہیں اور ہمیں جیومیٹری کا مضمون پڑھا یا جاتا ہے اور جب پوچھا جاتا ہے کہ ”سیدھی لائن کس کو کہتے ہیں“ تو بچوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ کہیں گے کہ دو نقطوں کے درمیان جو سیدھی لائن ڈالی جاتی ہے وہ سیدھی ہوتی ہے۔ اب یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ دو نقطوں کو مختلف طریقوں سے ملا سکتے ہیں۔ ایک وقت ضائع کرنے کا طریقہ ہوگا یا پھر ایک مقصد دماغ میں بٹھا کر اس مقصد تک پہنچنے کا طریقہ اپنا کر دو نقطوں کو ملا کر ایک قابل فہم شکل بن جائے۔ تاکہ دیکھنے والا ایسی شکل سے کوئی نتیجہ اخذ کر سکے۔ دوسرے لفظوں میں جو سیدھی لائن ہم بنا رہے ہیں اس سے مقصود کوئی مقصد یا راستہ اختیار کرنا ہے۔ اسی طرح ہم سیدھے راستے پر چلنے کی دعا کرتے ہیں۔ ہر رکعت میں دعا کرتے ہیں اور ہر وقت کہتے رہتے ہیں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ تو نمازی کو اپنے ذہن میں اپنے زندگی کی تگ و دو میں ایک مقصد پیش نظر رہنا چاہیے ورنہ محض سیدھے راستہ پر چلنے کی دعا کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔

اس کے بارے میں حضرت مولانا نورالدین صاحب فرماتے ہیں کہ زندگی میں مقاصد میں کامیابی کو حاصل کرنے کے لئے استخارہ بھی یہی کام دیتا ہے اور اگر پورے ایمان سے یہ دعا مانگی جائے تو آپ جب ارادے بناتے ہیں کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو آپ کی اللہ تعالیٰ رہنمائی کرتا ہے کیونکہ آپ ایک ارادہ کر رہے ہیں اور اس میں آپ اس کی رہنمائی مانگ رہے ہیں۔ اس مدد مانگنے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اختیار کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس ہدایت کے ذریعہ آپ نہ صرف خدا کو پاتے ہیں جو متقیوں کی راہ ہے بلکہ آگے جب آپ یہ کہتے ہیں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ تو خدا نے خود ہی اگلی سورت میں اس کا جواب ذالک الکتاب میں دیا ہے کہ یہی وہ کتاب ہے جو آپ کی رہنمائی چاہتا ہے اور اس میں ہر قسم کی رہنمائی موجود ہے۔

ایک اور مثال لیجیے۔ آپ کسی رستے پر کھڑے ہیں اور ایک اجنبی سے راستہ پوچھتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں معذرت چاہتا ہوں کہ نیا ہوں۔ جب میں ہالینڈ میں سنتو صاحب کے ساتھ ہوتا ہوں تو ان کے ساتھ چلتا رہتا ہوں کیونکہ اگر گم ہو گیا تو کم لوگ میری زبان سمجھ پائیں گے۔ اور اگر کوئی راستہ بتانے والا مل بھی جائے تو وہ ایسی پیچیدگی سے راستہ بتائے گا کہ آپ کو راستہ سمجھ نہیں آتا مگر پھر آپ بار بار پوچھ کر اپنی منزل تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔ اگر کوئی آپ کو صحیح راستہ نہ بتانا چاہے اور آپ کو بیوقوف بنانا چاہے تو آپ چکر لگا کر پھر اسی جگہ پر واپس پہنچ جاؤ گے۔ لیکن خدا تعالیٰ ایسا رہنمائی کرنے والا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ جب وہ رہنمائی کرتا ہے تو اس سے بہتر کوئی رہنمائی نہیں ہوتی ہے کیونکہ وہ کائنات کے ہر ذرہ کا کامل علم رکھتا ہے۔ بندے کو ہر دم اللہ کی ہدایت کی ضرورت ہے اسی لئے اس کی ہادو ہانی کے لئے آپ اس سے دعا مانگتے رہتے ہیں۔ اکثر بندہ غفلت برتتا ہے اس لئے ہر نماز کی ہر رکعت میں اس ارادے کا اعادہ کرتے رہیں کہ اس رب العالمین سے رشتہ مضبوط سے مضبوط کرنا ہے۔ اس لئے ہر رکعت میں آپ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی صدا بلند کرتے رہتے ہیں پھر آپ سجدے میں جاتے ہیں اور پھر آپ کھڑے ہوتے ہیں اور پھر

وہی صحیح راستہ کی دعا مانگتے ہیں۔

ہزاروں ظلمات ہیں لیکن نور مجسم ایک ہے۔ اس لئے اسی سے مانگتے رہنا چاہیے خدا تعالیٰ سے التجائیں کریں اور اس کامل نور سے تعلق قائم رکھیں۔ اللہ سے گمراہ ہونے سے بچنے کی دعائیں کریں تو وہ رب العالمین ہے اور اپنے عاجز بندے کی ہر دم رہنمائی کرتا ہے۔

جب ہم اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کے ذریعہ رہنمائی کی دعا مانگتے ہیں تو ہم کونسا راستہ مانگ رہے ہوتے ہیں جس پر چل کر ہم زندگی میں کامیابی حاصل کر سکیں اور پھر اللہ کی رضا بھی حاصل ہو جائے۔ اس دعا میں ہماری یہ بھی تمنا ہوتی ہے کہ ہم ہر چیز اس کی رضا کے لئے کریں۔ کیونکہ ہر طرف ظلمات ہیں۔ ہر کسی کو ظلمات کا سامنا ہے کسی پر کوئی ظلمات ہیں تو کسی پر کوئی۔ کوئی کسی گمراہی میں مبتلا ہے۔ کوئی فراڈ کر بیٹھتا ہے، کوئی ڈاکہ میں ملوث ہے تو کوئی چوری کر بیٹھا ہے۔ اسی طرح اکثر لوگ اندھیروں میں سرگرداں ہیں۔ لیکن نور مجسم ایک ہی ہے جب اس نور کا خیال دماغ سے نکل جاتا ہے تو پھر آپ اندھیروں میں بھٹکنے لگتے ہیں۔ شیطان اس کے پیچھے چلنے والوں کو ایک مستقل خوف میں رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تسلی دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ سے قریب ہوں۔ لیکن بندہ محسوس کرتا ہے کہ وہ سات آسمانوں کے پیچھے ہم سے بہت دور ہے۔ یہ فاصلہ کس نے پیدا کیا ہوا ہے۔ یہ خود ہم نے پیدا کیا ہوا ہے۔ خدا بار بار کہتا ہے کہ میں تمہارے پاس ہوں۔ لیکن ہم ہی اس کو دور محسوس کرتے ہیں اور اس کو دور رکھا ہوا ہے۔ اس لئے ہم یہی دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا کہ ہم تیرے قریب ہو جائیں تو اور ہم اللہ کے اولیاء بن جائیں۔ اولیاء اللہ کے قریب ترین دوست بن جاتے ہیں اور اللہ ان سے ایسی محبت اور شفقت کرتا ہے جیسے ہم اپنے بچوں سے کرتے ہیں۔

اور اللہ سے رہنمائی کی یہ دعا کہ ''ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے''۔ میں بھی کھڑا نماز میں یہی دعا پڑھ رہا ہوتا ہوں اور آپ میں سے ہر ایک مانگ رہا ہوتا ہے۔ اگر کوئی سوچے کہ میں اور آپ اور ہم سب کیوں دعا میں ''ہمیں'' کہہ رہے ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ اس میں ہم اپنی جماعت کے لوگوں کو، اپنے ملک کے لوگوں کو اور تمام لوگوں کے لئے دعا گو ہوتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ رب العالمین ہے اور اس لحاظ سے اس کی رحمت کی وسعت کسی ایک شخص تک محدود نہیں، کسی ایک قوم کے لئے محدود نہیں، کسی ایک ملک کے لئے محدود نہیں۔ جب تقویٰ اس کی بنیاد ہے تو کوئی بھی جس کے دل میں خوف خدا کی رمق ہے اس کی زندگی کا رویہ ایسا ہی ہونا چاہیے اور اللہ جو ہماری ان دعاؤں کو قبول کرے گا۔ اور پھر ہم اس دعا میں ان سارے لوگوں کو بھی شامل کرتے ہیں جو فوت ہو چکے ہیں۔ ہماری زندگی کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ اپنے اعمال کو اس حالت میں رکھیں کہ جب دنیا میں ہمارا اعمال نامہ بند ہو تو خدا کے سامنے پیش ہونے کے قابل ہوں تا کہ جو کمی بیشی رہ جائے اللہ اپنے کرم اور فضل سے اس کو پورا کر دے۔ اس لحاظ سے یہ دعا آئندہ آنے والے لوگوں کے لئے بھی کہ اللہ ان کو بھی سیدھا راستہ پر ہی قائم رکھے۔ ہدایت کی یہ کتاب قیامت تک تیری کتاب ہے، تیرا پیغام ہے، تیرا نبیؐ آ گیا اور اس ابدی پیغام کو ہماری رہنمائی کے لئے چھوڑ گیا۔

اگر ہم اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی رہنمائی کی دعا کرتے ہیں تو ضرور ہے کہ نہ صرف لوگ راہ راست پر ہوتے بلکہ ملک کی وہ حالت نہ ہوتی جو اب ہے۔ ہم جھوٹ میں ملوث ہیں ہر بری چیز پاکستان میں بڑھ رہی ہے حالانکہ اس کو بھلائی کی طرف اوپر جانا چاہیے۔ ظاہر تو یہ ہو رہا ہے کہ ہم دل سے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی ہدایت نہیں مانگ رہے۔ اسی لئے ہر چیز بگڑتی چلی جا رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم پورے اخلاص سے ہدایت کی دعا کریں اور دلوں میں خیر خواہی کے جذبے کو پیدا کرنے کا مضبوط ارادہ کر لیں۔

خدا تعالیٰ نے ہمیں آنکھیں دی ہیں، کان دیئے ہیں، ہاتھ دیئے ہیں، پاؤں دیئے ہیں، دماغ، دل اور سوچ دی ہے، جسمانی اور باطنی تمام قویٰ دیئے تا کہ ان سے صحیح کام لیں۔ اگر ایک عضو کے نظام میں نقص واقع ہو جائے تو وہ ذرا بگڑ جاتا ہے اور کینسر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ہر عضو کے لئے دعا مانگیں کہ اس کو صحت مند حالت میں رکھے۔ میری آنکھیں میرے قابو میں رہیں۔ نیکی اور بھلائی کے کام

کرنے، دین کی تعلیم، قرآن کی تعلیم اور اچھی چیزوں کے مطالعہ میں استعمال ہوتا دل و دماغ علم کی روشنی سے منور ہو۔ آپ کی بیعت میں جب یہ لفظ آتے ہیں کہ میں بدکاری اور بدنظری نہیں کروں گا۔ جو ہمیں ظلمات کی طرف لے جائیں گی اور نیکی اور بھلائی کے کام ہمیں نور کی طرف لے جائیں گے۔ کان آپ نیکی کو سننے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس وقت جتنے لوگ یہاں سن رہے ہیں۔ تو یہ کانوں کا اچھا استعمال ہو رہا ہے اور جو لوگ سن کر دل میں نیک ارادے باندھ رہے ہیں وہ دل کا اچھا استعمال کر رہے ہیں۔ اس لئے ان کا دل، ان کا ذہن اور ان کے کان اس وقت سراط مستقیم پر چل رہے ہیں اور اگر شیطان ہمارے ان اعضاء پر حاوی ہو جائے تو پھر یہی اعضاء گمراہی کی طرف لے جائیں گے اور ہم مسلمان ہوتے ہوئے، نمازیں ادا کرتے ہوئے بھی ضالین اور مغضوب ہو جائیں گے۔

جب ہم صراط مستقیم کی خواہش ہی نہیں رکھتے اور اس کے لئے دل سے دعا بھی نہیں کرتے تو آنکھیں رکھتے ہوئے ہم اندھے ہیں، کان رکھتے ہوئے ہم بہرے ہیں اور دل رکھتے ہوئے ہم نیکی کے ارادوں اور خواہشات سے عاری ہیں۔ اور سوچنے کی قوت رکھتے ہوئے ہم نیکی کی توفیق سے محروم ہیں۔ گو اللہ تعالیٰ نے قویٰ ودیعت تو کئے ہیں لیکن جب تک ہم ان قویٰ کو صحیح طریق پر استعمال نہ کریں اور اللہ سے ہدایت کی دعا نہ کریں تو خدا کے افضال اور برکات سے محروم رہیں گے۔ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس کا احساس اور پھر ایمان بھی ہونا چاہیے کیونکہ سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم سیدھی راہ پر چلیں تو پھر ہمارے پاؤں ٹھیک کام کر رہے ہیں اگر ہم انہی پاؤں کو ڈاکہ ڈالنے، چوری کرنے، بینک لوٹنے یا پھر قتل کرنے کے لئے استعمال کریں تو یہ صراط مستقیم نہیں ہے۔ خدا کی کامل تابعداری کرنے والے اولیاء اللہ ہوتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ گندوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ گمراہی اور نقصان کا راستہ ہے اور نتیجتاً خدا کی ناراضگی کا مورد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے دل کو نیکی کے کاموں سے صاف سے صاف تر بنائیں تا کہ خدا آپ کے دلوں میں بسا رہے۔ اسی طرح ہمارے ہاتھ ہیں وہ آپ کو بدراہ کرنے کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں۔ وہی ہاتھ قلم کے ذریعے اسلام کا پیغام لکھ کر پہنچانا ہے۔ اور پھر وہی ہاتھ تلوار بنا کر لوگوں کے گلے کاٹتا ہے اور قتل کرتا ہے۔

اس لئے ہم نے آج سے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ساری اللہ کی دی ہوئی قوتوں کا اچھا استعمال کریں گے۔ ہم دعا کریں گے کہ ہماری ساری چیزیں جو ہمارے کنٹرول میں ہوں وہ روزگار ہو یا دیگر معاملات زندگی ہوں وہ صرف اللہ کی عطا ہیں اور وہی ان کا نگران اور محافظ ہے۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ بیرونی دشمنوں کو آپ پہچانتے ہیں لیکن یہ جو اندر کا دشمن ہے یہ کیسے وار کرتا ہے اس کی کتنی قوت ہے۔ اس کے مکروہ وسوسوں سے ہم کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں اس بارے میں قرآن مجید بار بار ہدایت دیتا اور یاد دلاتا رہتا ہے کہ اسی مالک کائنات سے حفاظت اور رہنمائی مانگتے رہو۔ انسانی جسم میں بے شمار سیل ہیں اگر ان میں سے ایک بھی بگڑ جائے تو انسان کبھی بیمار ہو جاتا اور کبھی موت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد اور رہنمائی سے ہم صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ لیکن بیماریاں خدا تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہیں تا کہ استغفار کے ذریعہ ہم اس کی حفاظت اور فضل کے سائے تلے آ جائیں۔ آپ دیکھیں H.I.V ایڈز کا دسمبر میں کافی چرچہ ہوتا ہے اس میں ایڈز ڈے منایا جاتا ہے۔ بہت بری بیماری ہے۔ خون سے بھی لگ سکتی ہے۔ لیکن جن دوسرے طریقوں سے زیادہ لگتی ہے وہ غیر اخلاقی جنسی تعلقات ہیں اس سے انسان بچے تا کہ ہمارے سیل متاثر نہ ہوں اور ایسی بیماریاں جو انسان کی نفسی کمزوریوں کی وجہ سے اس کو لگتی ہیں ان سے بچ جائے۔ اس بارے میں قرآن مجید نے تفصیل سے ہدایات دی ہیں۔ غور کریں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے جس میں سیل بنا رکھے ہیں اور ان کے ذمے ایک کام لگایا ہوا ہے اور وہ اس کو کر رہے ہیں۔ سرخ خلیے اپنا کام کر رہے ہیں۔ سفید اپنا کام کر رہے ہیں کوئی ایک دوسرے کے کام میں دخل نہیں دیتا۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب نے یہاں تک فرمایا ہے کہ آپ کے اندر سے جو چیزیں خارج ہوتی ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ سے ہدایت لیتے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں سیلز جسم کے اندر سفر کر رہے ہیں اور سارے ایک پروگرام کے تحت کام کر رہے ہیں۔ قدرت نے ان کو ہدایت دی ہے سیدھا جانا ہے اکٹھے جانا ہے کہاں کہاں پہنچنا ہے۔ اگر آپ اس سفر کے متعلق مطالعہ کریں تو ایک سپرم کا سفر کوہ ہمالیہ عبور کرنے کے برابر ہے۔ ایک سیل کی پرورش کے لئے لاکھوں سیل جسم کے مختلف حصوں سے اس کی طرف چل پڑتے ہیں۔ اور پھر یہ سب مل کر ایک نئی

تخلیق کو جنم دیتے ہیں۔ حضرت مولانا نور الدین صاحب فرماتے ہیں کہ آپ صرف انسانی نطفہ کا مطالعہ کریں اور جسم میں کام کرنے والے سیلوں کے طریق کار کو دیکھیں کہ وہ کس طرح مل کر اور ایک نظم سے کام کرتے ہیں۔ اس لئے ہر فرد اجتماعی بھلائی کے لئے کام کرے۔ ایک جماعت کے مقصد کو آگے بڑھاؤ تا کہ جماعت بحیثیت جماعت ترقی کرے اور جماعت افراد کے کام کو آگے لے کر چلے اور یہ سلسلہ چلتا رہے۔

میں نے تین چار سال پہلے ایک بات سنائی تھی اسی کو میں ایک دفعہ پھر سناتا ہے کہ سب مینڈکوں نے فیصلہ کرلیا کہ ہم کوہ ہمالیہ پر چڑھیں گے۔ جب چڑھنا شروع کیا تو سب تھک کر بیٹھتے جارہے تھے۔ ایک مینڈک چڑھتی جارہی تھی۔ سب کا خیال تھا کہ نہیں پہنچ سکے گی ہر ایک کہنے لگا کیونکہ جوں جوں اوپر جاؤ گے تو یخ بستہ برف ہوگی۔ تیز اور تند ہوائیں چل رہی ہوں گی لیکن وہ ہمت کر کے چلتی رہی اور چوٹی پر پہنچ گئی۔ سب حیران ہوگئے اور سب نے کہا تو کیسے پہنچی؟ اس نے کہا! ''میں تو بہری ہوں میں تو کچھ نہیں سن سکتی۔ شکر ہے وہ بہری تھی اس نے کسی کی نہ سنی اور اس نے اپنا مقصد حاصل کرلیا۔

یاد رکھئے کہ لوگ آپ کے ارادے کمزور کرتے ہیں۔ ڈراتے ہیں۔ حوصلے پست کرتے ہیں۔ ان کو نظر انداز کرو، سمجھو کہ ان کو سننے کے لئے آپ کو اللہ نے کان ہی نہیں دیئے جو آپ کے حوصلے کمزور کریں۔ آپ نے جس چوٹی پر چڑھنے کا ارادہ کیا ہوا ہے وہ تب ہی سر ہوگی اور آپ منزل مقصود کو پہنچیں گے جب آپ عزم کے ساتھ اس سمت چلتے جائیں۔ ساتھ ساتھ دعائیں کریں۔ آپ کے ساتھ اللہ اور مسیح الزماں کی دعائیں ہوں گی اور تائید ہوگی۔ آپ کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہوں گی جنہوں نے یہ پیغام پہنچایا کہ جب آخری زمانے میں وہ موعود آئے گا اس کو جا ہے تمہیں برف کے تودوں کے اوپر سے چل کر جانا پڑے اس کو میرا اسلام پہنچانا۔ جب سلام پہنچانے کا وقت آیا تو کفر کے فتوے لگ گئے۔ ایک نور آیا ظلمات نے اس کو گھیر لیا اور مخالفت کی ایسی لہر چلی کہ اندھیرا چھا گیا اور صدی ہونے کو آئی ہے وہ طوفان ابھی تک ختم نہیں ہورہا۔ لیکن آپ اندھیروں کی پرواہ نہ کریں۔ اپنی شمع کو روشن رکھیں اس روشنی کو آگے بڑھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی تائید سے اس کو آگے لے کر جاؤ۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی کوئی پرواہ نہیں اگر پرواہ ہے تو یہ کہ بچے کے امتحان میں کتنے نمبر آئیں گے۔ یعنی دنیاوی ترقی مدنظر ہے۔ یہ فکر نہیں ہے کہ بچہ جنت کی راہ پر ہے یا دوزخ کی راہ پر۔ دعویٰ تو ہمارا یہ ہے کہ ہمارا دین پوری زندگی کی رہنمائی کے لئے ہدایات دیتا ہے۔ دجال پر فتح پانے نکلے ہیں لیکن حال یہ ہے کہ دجال نے ہمارے دلوں کو قابو کررکھا ہے۔ اسی کے رستوں میں آگے جارہے ہیں دین کی کوئی فکر نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایم اے، پی ایچ ڈی اور ایسے تمام اعزازات یونیورسٹی سے مل سکتی ہیں لیکن تقویٰ اور دین صرف خدا کی کتاب پر عمل کرنے سے مل سکتا ہے۔ خدا کی کتاب قرآن کریم تین چیزوں پر زور دیتی ہے: ''**اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو**'' اگر اس کو نہیں تھامو گے تو پھر احمدی بھی دوسرے لوگوں کی طرح آگ کے گڑھے کے قریب کھڑے ہیں صرف ان کو دھکا لگنے کی دیر ہے۔ دوسری بات **ولا تفرقوا** انفاق نہ پیدا کرو۔ اور تیسری بات **ولتکن منکم امة یدعون** اور نیکی کی طرف بلانے کے کام میں ہمہ تن لگے رہو۔ یہ تین چیزوں آپ کو اپنا نا ہیں تبھی آپ اللہ کے سیدھے راستے پر ہیں۔ وہ امام وقت جو جماعت بنانے آیا تھا آپ کو اکٹھا کرنے آیا تھا کیا اس نے بیعت لیتے وقت یہ کہا تھا کہ مجھے پیر صاحب مانو؟ مجھے نبی مانو؟ اس نے صرف یہ کہا تھا کہ میری اخوت میں آجاؤ اور دین کو دنیا پر مقدم کرو۔

صراط مستقیم پر چلنے کے لئے دلوں کو کدورتوں سے پاک کریں اور نیکی اور بھلائی کرنے کا مضبوط ارادہ باندھ لیں۔ جب ہم اپنے دلوں میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کا رویہ اختیار کرلیں گے اور اس کو روزمرہ کی زندگی میں اختیار کرلیں گے اور ایک سچے مسلمان اور پکے احمدی کی خصوصیات کو اپنا چال چلن بنالیں گے تو اللہ کی نظر میں معزز ہوجائیں گے۔ لوگوں سے آپ کا سلوک خوش خلقی کا ہونا چاہیے۔ اور اس طرح آپ رب العالمین کے بندے ہونے کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف میرا رب نہیں ہے وہ صرف آپ کا رب نہیں ہے وہ رب العالمین ہے اور قرآن کریم کے اس عالمگیر پیغام کو آگے پہنچائیں یہی کام زندگی میں عزت اور برکت کا موجب ہوگا۔

☆☆☆☆

جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کا مبارک دن اور ہمارا فرض

جمہوریہ اسلامیہ کی بنیاد سب سے پہلے حضرت نبی کریم صلعم نے رکھی

خطبہ جمعہ مورخہ 23 مارچ 1956ء فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ

بمقام احمدیہ بلڈنگس، لاہور

جمہوریہ اسلامیہ کی بنیاد

آج 23 مارچ کا دن ہمارے لئے بڑا مبارک دن ہے اور آج جمعہ کا مبارک دن بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جمہوریہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی ہے۔ یہ دن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کرتا ہے۔ حضور وہ شخصیت ہیں جنہیں جمہوریہ اسلامیہ کی بنیاد رکھنے میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے آج یکے بعد دیگرے تمام سلطنتیں جمہوری رنگ اختیار کرتی چلی جارہی ہیں۔ یورپ میں جمہوری حکومتیں قائم ہو چکی ہیں اور اب تو کوئی نام ہی کا بادشاہ رہ گیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے پونے چودہ سو سال پہلے جمہوریت قائم کی، جو کچھ عرصہ تک قائم رہی اور اس کے بعد پھر بادشاہت کا سلسلہ شروع ہوگیا، آخر کار دنیا کو سمجھ آگئی کہ سلطنت کا صحیح رنگ بادشاہت میں نہیں بلکہ جمہوریت میں ہے۔

جمہوری سلطنت کے فوائد

اسلام نے کیوں جمہوری سلطنت قائم کی اس لئے کہ جمہوریت میں عوام کو سلطنت میں حصہ ملتا ہے۔ عوام کی استعدادیں ترقی کرتی ہیں، اس لئے وہ راہ جس میں عوام کی ترقی ہو اسلام نے اختیار کی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے دنیا میں جمہوری سلطنت قائم کی اور اس طرح سے انسانیت پر احسان عظیم کیا۔

قوم کو سلطنت دینے کا وعدہ

یہ آیت کریمہ ''مومنوں کو جو نیک اعمال بجالاتے ہیں ہم سلطنت عطا کریں گے'' اعلان کرتی ہے کہ یہ سلطنت کا وعدہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرنے کے بجائے قوم کے ساتھ کیا ہے۔ یہ اعلان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال بے نفسی پر دلالت کرتا ہے، آپ نے بڑے دکھ اور اذیتیں برداشت کیں، ہر طرح کی مصائب اٹھائیں لیکن سلطنت حاصل ہوئی تو اسے قوم کی ملکیت قرار دیا، حضور نے اور حضور کے اقرباء نے جب جانیں قربان کردیں تو اگر آپؐ بادشاہت کو اپنا حق قرار دیتے تو کوئی بھی آپ کو ٹوکنے والا نہ تھا۔ آپؐ نے کس قدر بے نفسی کا نمونہ دکھایا اور کتنی بڑی قربانی کی کہ قوم کی بہبودی اور افراد کی استعدادوں کی ترقی کے لئے فرمایا: ''مومنوں میں سے جو اعمال صالحہ بجالاتے ہیں ان کے ساتھ وعدہ ہے کہ ہم ان کو سلطنت دیں گے'' اس میں بتادیا کہ سلطنت قوم کی ہے کسی فرد واحد کی ملکیت نہیں۔

امور سلطنت میں مشورہ کا حکم

اسی لئے یہ بھی حکم دیا: وہ شخص جو محیط وحی ہے، جو عقل و دانش میں سب سے فوقیت رکھتا ہے، اس کو حکم ہوتا ہے کہ مشورہ سے امور سلطنت سرانجام دیجئے۔ عام طور پر بڑے آدمیوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم زیادہ عقلمند ہیں، ہم قرآن اور حدیث کو دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں، اور وہ دوسروں سے مشورہ لینا ہتک سمجھتے ہیں۔ لیکن

خدا نے سلطنت کے صحیح اصولوں پر کاربند ہونے کے لئے خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کرنے کا حکم دیا۔ مشورہ سے قوم کو ارکانِ حکومت پر اعتماد پیدا ہوتا ہے، وہ اپنی سلطنت کا استحکام چاہتے ہیں، اور اس کے دفاع کے لئے مر مٹنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کا طریق مشاورت

مشاورت میں دو غلطیاں عام طور پر کی جاتی ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیں، حضور مشورہ برائے نام نہیں کرتے تھے، بلکہ جب مشورہ کرتے ہیں تو قوم کی رائے پر عمل کرتے، جنگ احد کے موقع پر آپ نے مشورہ کیا کہ جنگ مدینہ کے اندر رہ کر لڑی جائے یا باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے، حضور نے اس بارہ میں خواب میں دیکھا تھا کہ باہر نکلنے میں نقصان زیادہ ہوگا۔ لیکن لوگوں نے یہی کہا کہ باہر نکل کر ہی مقابلہ کرنا چاہیے۔ اندر رہنے میں ذلت ہے، آپ کی اپنی رائے اس کے خلاف تھی تاہم آپ نے صحابہؓ کے مشورہ پر عمل کیا اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے، جب آپ نے دو زرہیں پہنیں تو صحابہؓ کو خیال ہوا کہ آپ کی رائے کے خلاف کرنے میں نقصان ہے۔ تو انہوں نے کہا ہم اپنی رائے کو چھوڑتے ہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ جب مشورہ ہو چکا تو اب مناسب نہیں کہ اس کو بدلا جائے یہ ہے کہ پیغمبر کی شان اور یہ ہے مشورہ کا صحیح رنگ کہ اپنی رائے اور اپنی خواب کے بھی خلاف مشورہ کو ترجیح دی۔

موجودہ زمانہ کا طریق مشاورت

لیکن حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نمونہ کے خلاف ایسے بھی امیر اور خلیفہ بن جاتے ہیں جن کے دل و دماغ میں قرآن کی عزت نہیں ہوتی۔ اور ان کا طریق یہ ہے کہ مشورہ کر لیں لیکن عمل اسی پر کرو جو اپنی رائے ہو، یا لوگوں کو گھیر گھار کر اپنے رائے پر متفق کر لیا جاتا ہے، قرآن نے اس قسم کے مشورہ کا حکم نہیں دیا، ایسا کرنے سے قوم کا اعتماد حاصل نہیں ہوتا، ایسا کرنے والا قرآن کی غرض و غایت کو پورا نہیں کرتا۔

حضرت عمرؓ کا طریق فیصلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں نے حج کا احرام باندھا اور حالت احرام میں میں نے ایک ہرنی کا شکار کر لیا، اب مجھے کیا کرنا چاہیے، اس پر انہوں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا اور ان سے کہا کہ اس کے متعلق رائے دیں، انہوں نے کہا کہ قرآن کریم میں آیا ہے "جب کوئی حالت احرام میں شکار کر لے تو اسے ایک جانور کی قربانی دینی چاہیے" یہ سن کر اس شخص نے حضرت عمرؓ سے کہا میں تو سمجھتا تھا کہ آپ امیر المومنین ہیں، آپ کو قرآن زیادہ آتا ہے، لیکن آپ نے بھی دوسرے سے پوچھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: قرآن کی اسی آیت میں ہے: مقدمہ کے فیصلہ کے لئے دو آدمیوں کے بیچ بیٹھنا چاہیے، کیا تعمیل ہے قرآن کی کہ اس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم ہے، اور جس طریق سے اس نے فیصلہ کا حکم دیا ہے اس سے اِدھر اُدھر نہ ہوں گے، اور نہ ہی اپنی رائے کو مقدم کریں گے۔

مشورہ کے بارہ میں دو غلطیاں

اس کے خلاف وہ لوگ جن کا نفس تیز ہوتا ہے وہ خود ہی مفتی بن کر فتوے دے دیتے ہیں، قرآن کے حکم کی پرواہ نہیں کرتے، دوسری غلطی وہ یہ کرتے ہیں کہ جہاں مشورہ کا موقع نہ ہو وہاں مشورہ نہ لینے پر افراد کو مقدم کرتے ہیں، اس سے افراد قوم کی ہمتیں فیل ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ایک مکان کو آگ لگ گئی، ایک شخص اٹھتا ہے اور کہتا ہے میں اس مکان کے رہنے والوں کو بچانے کے لئے آگ کو بجھانے کی کوشش کروں گا اگرچہ مجھے نقصان ہی پہنچ جائے۔ اس میں اسے متہم کرنا کہ اس نے مشورہ کیوں نہیں کیا یہ غلطی ہے۔ یہ دو غلطیاں ہیں جو مشورہ کے معاملہ میں لوگ کرتے ہیں۔

مشورہ سے قوم کو صحیح راہ ملتی ہے

بہر حال سلطنت کے استحکام کے لئے مشورہ ضروری ہے اور قرآن کریم نے سب سے پہلے اسی کا حکم دیا ہے "امور سلطنت میں لوگوں سے مشورہ کر لینا چاہیے"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پورا پورا عمل کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو مشورہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور آپ نے فرمایا کہ جس قوم نے مشورہ سے کام کیا وہ صحیح راہ پا گئی۔

قوم کی دلداری اور قدر افزائی

سلطنت کا معاملہ تو آخری معاملہ ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمہوریت کا صحیح نمونہ پیش کیا اس کے علاوہ آپ نے ہر معاملہ میں اپنے ساتھیوں کی دلداری کو ملحوظ رکھا، جنگ احد میں آپؐ اپنے ساتھیوں کے کہنے پر باہر نکلے، اور اس میں نہ صرف خود زخمی ہوئے بلکہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی بھی شہادت کا دکھ اٹھایا۔ حضرت حمزہؓ اسی جنگ میں شہید ہوئے، موتہ کی جنگ میں حضرت جعفرؓ شہید ہوئے، اس طرح طلحہؓ نے ہاتھ کٹوایا۔ اس کے باوجود اپنا کوئی خاص حق آپؐ نے نہیں جتایا بلکہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کی کامیابیوں کو اپنی نصرت اور مسلمانوں کی تائید وحمایت کا نتیجہ قرار دیا فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت اور مومنوں کے ذریعہ سے تیری مدد فرمائی'' اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جنہوں نے ایک درخت کے نیچے بیعت کی، یہ بیعت کیا تھی، موت کے لئے بیعت تھی کہ اسلام کی حفاظت میں لڑتے ہوئے مر جائیں گے گویا بیعت علی الموت کو بیعت رضوان قرار دیا اور ان کو امور سلطنت میں مشورہ کے اہل قرار دیا، یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کا نقشہ ہے اور اس میں بتایا کہ قوم کے کارکنوں کی قدر دانی ضروری ہے، وہ لوگ بھی دنیا میں ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے ساتھیوں کو مار ڈالا اور محض اپنے تفوق واقتدار کے لئے انہیں محکومی اور ذلت میں رکھا، لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان ممتاز لوگوں میں سے تھے جو اپنے ساتھیوں کی ہمتوں کو بڑھاتے اور ان کی دل سے قدر کرتے تھے۔ قرآن کریم میں ایک آپؐ کے ساتھی (حضرت ابوبکرؓ) کے متعلق فرمایا ''دو میں کا دوسرا جب دونوں غار میں تھے جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا غم مت کر اللہ ہمارے ساتھ ہے'' حضرتؐ نے اپنے ساتھیوں کو مرید کے لفظ سے یاد نہیں کیا، صاحب قرار دیا ہے، چونکہ قرآن کریم نے حضور کے متبعین کے لئے یا تو لفظ صاحب کا استعمال کیا یا اخی کا لفظ استعمال کیا اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے متبعین کو یا صاحب کے لفظ سے نوازتے یا اخی کے لفظ سے۔ ایک قریشی عورت نے چوری کی، اس کے بچاؤ کے لئے لوگوں نے مشورہ کیا کہ کس سے سفارش کے لئے کہا جائے تو فیصلہ ہوا کہ اسامہ بن زیدؓ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرائی جائے اس میں بھی اسامہؓ کو صاحب رسول اللہ کہا گیا، مرید کے لفظ میں پستی پائی جاتی ہے، حضرتؐ کے دل میں اپنے ساتھیوں کی بیحد قدر تھی، ایک دفعہ حضرت عمرؓ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضور میں کعبۃ اللہ کی زیارت ک لئے جا رہا ہوں، حضرت عمرؓ کے اجازت مانگنے پر فرمایا ''اے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا'' اللہ اللہ یہ خدا کا رسول ہے، رحمۃ العالمین ہے اپنے مرید سے کہہ رہا ہے اور اسے بھائی کہہ کر مخاطب کرتا ہے اور اپنے واسطے دعا کے لئے کہہ رہا ہے، حضرت عمرؓ پر مسرت سے وجد طاری ہو گئی اور کہا ''حضورؐ نے عزت افزائی کے لئے ایسے الفاظ استعمال فرمائے کہ ان کے مقابل پر ساری دنیا کے اموال ومتاع کی میری نگاہ میں کوئی قیمت نہیں ہے'' یہ وہ شخص ہے جس کے دل اور دماغ میں جمہوریت ہے ایک طرف فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ پر اس فقرہ سے وجد طاری ہو گیا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے بھائی کہا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت قدر دان تھے، قدر دانی کے بغیر قوتیں نہیں بنتیں، زندہ قوموں کی روش ایسی ہی ہوتی ہے، اسلام نے ہمیں زندگی کی استعدادیں عطا کی ہیں، خدا تعالیٰ بھی اپنے بندوں کا قدر دان ہے، خود ہی مال دیتا ہے پھر اس کے دیئے ہوئے مال کو اس کے رستہ میں خرچ کریں تو فرماتا ہے میں مشکور ہوں تمہارے اس فعل کی قدر کرتا ہوں۔ قومیں قدر دانی سے بنتی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ابو موسیٰ الشعریؓ سے فرمایا کہ رات تم نے جس خوش الحانی سے قرآن پڑھا ہے اس سے مجھے وجد آ گیا اور فرمایا: تم کو لحن داؤدی عطا کیا گیا ہے حالانکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش الحان کون ہو سکتا تھا، لیکن ساتھیوں کی ہر رنگ میں قدر کرنا آپ کی فطرت میں تھا، ایک دن معاذ بن جبلؓ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ تم کو قرآن پڑھ کر سناؤں، انہوں نے کہا یا رسول اللہ میرا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فرمایا ہاں، یہ سن کر فرط مسرت سے ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

اصل ڈیموکریٹک پرافٹ

اس قسم کی حدیثیں اور آیات قرآنی بہت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل ڈیموکریٹک پرافٹ (جمہوریت پسند نبی) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے ،لکھا ہے فتح مکہ کے دن آپ ام ہانی کے ہاں تشریف لے گئے جو آپ کے چچا کی بیٹی تھی، ان سے کہا کچھ کھانے کو ہے انہوں نے کہا اور تو کچھ نہیں یہ جو کی روٹی ہے، فرمایا یہی ٹھیک ہے، اور پھر پوچھا کوئی سرکہ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہے اور آپ نے ام ہانی کو خوش کرنے کے لئے سرکہ میں بھگو کر روٹی کھائی، جب واپس تشریف لے گئے تو ایک کافر ام ہانی کے ہاں پناہ لینے کے لئے آیا، انہوں نے پناہ دیدی، ان کے بھائی حضرت علی آئے اور کہا وہ کافر کہاں ہے میں اس کو قتل کروں گا ام ہانی نے کہا میں نے اس کو پناہ دی ہے میں اس کو ہرگز قتل نہ ہونے دوں گی، ام ہانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور سارا واقعہ سنایا، آپ نے فرمایا ام ہانی نے جس کو پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی، یہ پیغمبر ہے جو مرد و عورت ہر ایک کی قدر کرتا ہے، حضورؐ کے بڑے بڑے اخلاقی کمالات ہیں، ایک دن حضرت عمرؓ کے سامنے فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک محل دیکھا جو بہشت کے اندر نہایت اعلیٰ درجہ کا شاندار محل ہے میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے، مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت عمرؓ کا محل ہے میں نے چاہا کہ اندر جا کر دیکھوں، لیکن مجھے خیال آیا کہ عمرؓ تو بڑا باغیرت انسان ہے، اس کے محل میں یونہی چلے جانا ٹھیک نہیں، حضرت عمرؓ نے سنا تو عرض کیا یا رسول اللہ میری غیرت آپ کے سامنے کیا ہوسکتی ہے۔ ایسا ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق فرمایا: کہ اگر ساری دنیا کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں ہو اور ابوبکرؓ کا ایمان دوسرے پلڑے میں ہو تو ابوبکرؓ کا پلڑا وزن میں بڑھ جائے گا، یہ انتہا درجہ کی قدر دانی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم بہت بڑے جموریت پسند انسان تھے اور دوسروں کی نیکیوں اور رائے عامہ کی بڑی قدر کرتے تھے۔

آج کا مبارک دن

آج کا دن مسلمان قوم کے لئے بڑا مبارک دن ہے کہ اس عظیم الشان شخصیت کے نقش قدم پر جس نے سب سے پہلے جمہوریت کی بنیاد رکھی، پاکستان نے بھی ایک جمہوری مملکت کا رنگ اختیار کیا ہے چاہیے کہ باریک سے باریک رنگ میں اس پر چلنے کی کوشش کی جائے، ہر فرد قوم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میرے وجود سے قوم سازی ہونی ہے، اس لئے میں اپنے آپ کو ایسا بناؤں کہ قوم کے لئے میرا وجود مفید ثابت ہو۔

اسلامی سلطنت کا رنگ

دوسری جگہ فرمایا: ''جن کو ہم زمینی طاقت و اقتدار عطا کرتے ہیں، وہ نماز قائم کرتے، زکوۃ دیتے، امر معروف کرتے اور برائیوں سے روکتے ہیں، اس کا ذکر آیت استخلاف میں بھی کیا ہے فرمایا: ''سلطنت ملنے کے بعد مسلمان قوم کا طریق عمل کیا ہونا چاہیے۔ سلطنت مل جائے تو ہماری عبودت میں لگ جاؤ، اپنے آپ کو ہمارا بندہ سمجھو اور کسی اور طاقت کو ہمارا شریک نہ بناؤ، نہ اپنی فوجوں پر بھروسہ کرو، ہاں ان کو اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب میں سے سمجھو اور اصل طاقت خدا ہی کو یقین کرو۔ اتنے بڑے احسانات کے بعد جو شخص ناشکری کرے گا وہ بہت بڑے گناہ کا مرتکب، فاسق اور بدعہد ہوگا۔

مبارک باد

عالیہ ابرار بنت ابرار احمد نے T.B ڈے کے مقابلہ مضمون نویسی میں اپنے سکول میں دوسری پوزیشن اور بحیثیت مجموعی تیسری پوزیشن حاصل کی۔

گلاب دیوی ہسپتال لاہور میں 24 مارچ 2011ء کی تقریب میں عالیہ ابرار کو گولڈ میڈل اور شیلڈ دی گئی۔

ادارہ پیغام صلح عالیہ ابرار کو اس کامیابی پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دین اور دنیا کی کامیابیاں عطا فرمائے۔

☆☆☆☆

خدا اور انسان کے درمیان محبت کے تعلقات

از: محترمہ پروین چوہدری صاحبہ

یہ محبت کیا چیز ہے۔ انسان کی جبلت یا اس کی فطرت، تھوڑا سا غور کرنے کی ضرورت ہے۔ فطرت نے کائنات کی ہر چیز میں محبت کا عنصر رکھا ہے۔ سب سے پہلے تو خدا کو لیجئے۔ وہ رب جلیل ہے مگر جمیل بھی ہے۔ سراپا حسن اور محبت۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ حسن اپنے اندر کشش کے ساتھ محبت بھی رکھتا ہے۔ اور حسن مخلوق کی اور ہر ذی ہوش کی کمزوری ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ جانوروں میں سب سے زیادہ ریچھ حسن کا پرستار ہے اور جسے حاصل کر لے تو بے پایاں محبت کرتا ہے۔

ہر قوم کی کچھ رسمیں اور دستور ہوتے ہیں جن کا اظہار وہ باہم مل کر بھی کرتے ہیں۔ بے شک وہ میلوں کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔ ایک غرض تو تجارت کی ہوتی ہے مگر دلوں کا آپس میں ملنا معاشرتی محبت کو جنم دیتا ہے اور تعلقات استوار ہوتے ہیں۔ اسلام نے عیدین کو بھی میلے کی سی حیثیت دے دی ہے۔ لوگ نماز کے لئے سج سنور کر آتے ہیں۔ باہمی ملاقات میں محبت سے بغلگیر ہوتے ہیں۔ جس کا اسلام میں حکم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ معانقہ کیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔ تحائف دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔ گویا محبت کے عنصر کو معاشرتی تعلقات کی بنیاد بنا دیا گیا ہے۔

اسلام میں رمضان کی مشقت کے بعد ایک ایسی راحت ہے جو عید الفطر کے دن فطرانہ کی شکل میں لازم کی گئی ہے۔ اس میں کیا حکمت ہے۔ فطرانہ کو جب ایک جگہ جمع کر کے مسکینوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تو جہاں مالی امداد ہوتی ہے وہاں مسکینوں کے لئے یہ یقین بھی ہوتا ہے کہ ان کے حقوق کی حفاظت کی جا رہی ہے۔ اور ان سے بھی محبت رکھنے والا کوئی ہے۔

ہم نماز پڑھنے کیوں جاتے ہیں۔ عید کی ہو جمعہ کی ہو یا پانچ وقت کی نماز ہو۔ اپنی عبودیت کے اظہار کے لئے۔ بندے کا اللہ کے آگے جھکنا تسلیم و رضا کی نشانی ہے۔ اپنا کمزور اور کمتر ہونا ثابت کرتا ہے۔ نماز میں جو اوّل سے آخر تک دعا ہے۔ اس یقین کے ساتھ مانگتے ہیں کہ جس کے آگے جھکے ہیں۔ وہ ضرور دے گا۔ یہ اسی محبت کا تقاضا ہے جو بندہ اپنے رب کے ساتھ رکھتا ہے۔ ہر ادنیٰ چیز اعلیٰ کے سامنے جھکتی ہے۔

قدرت کا یہی قانون ہے اور دنیا میں بھی رائج ہے اور یہی قربانی کا فلسفہ ہے۔

یہ فلسفہ عملی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھول کر بیان کیا ہے اپنے رب کی محبت کو تلاش کرنے میں قدرت کے کس کس نظارے کو نہیں آزمایا۔ سورج، چاند ستارے آخر میں بتوں کو خاموش پا کر نیست و نابود کر دیا کہ جو بات کا جواب نہیں دیتے وہ میری محبت کے لائق کس طرح ہو سکتے ہیں۔ جب خدا سے محبت کا جواب چاہا تو بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا۔ اسی بیٹے کو عرب کے صحرا میں چھوڑا خدا کی محبت میں۔ قربان کرنا چاہا خدا کی محبت میں۔ اپنی خوشی اپنی زندگی اور محبت خدا کی محبت پر قربان کر دی۔

حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو منت پوری ہونے کے جواب میں قربان کرنا تھا مگر اپنے جگر گوشے کی زندگی کی خاطر سو سُرخ اونٹ قربان کر دیئے۔ یہ محبت کیا عظیم جذبہ ہے۔

مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے ابتدائی ایام لے لیجئے۔ ہر وقت مسجد میں موجود ہوتے۔ کسی نہ کسی رنگ میں عبادت میں مصروف۔ محبت الٰہی میں اس قدر گم

کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر یہاں تک کہ میسترؤ کے نام سے یاد کئے جاتے ۔خود فرماتے ہیں کہ اللہ نے میری فطرت کو ایسا بنایا ہے کہ میں فانی چیزوں سے دل برداشتہ رہا ہوں اور اس زمانہ میں جبکہ ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔ میں اس تپش محبت سے خالی نہیں تھا۔ جو خدائے عزوجل سے ہونی چاہیے۔ اسی محبت کے اظہار میں کہتے ہیں کہ اللہ نے نعمتوں میں یہ سب سے بڑی نعمت دی کہ اس نے مجھے اپنے چہرے کی محبت دی۔ اور کمال درجے کی محبت دی۔ میں نے اس سے سوال کیا تھا کہ وہ مجھے ایسی محبت دے کہ میرے بعد اس سے زیادہ کسی اور کو نہ مل سکے۔ اس نے میری دعا قبول کی اور میری مراد مجھے دی۔ اور اپنے فضل اور رحم سے میرا احاطہ کیا۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے وہ سب محسنوں سے بڑھ کر احسان کرنے والا ہے۔ محبت عربی لفظ ہے جس کا مطلب ہے پر ہو جانا۔ یہ انسان قوتوں میں سے ایک قوت ہے۔ کسی میں زیادہ اور کسی میں کم۔

نجات انسانی اسی محبت پر موقوف ہے۔ جو انسان کو خدا تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ یہ کوئی تکلیف یا تصنع کی چیز نہیں۔ محبت میں تصنع خوشامد ہو جاتی ہے۔

دل کسی ایک چیز کو پسند کرتا ہے تو اس کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے۔ ہر چیز کی اصلیت یا خاصیت اس کے کمال تک پہنچنے پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور محبت کے جوہر بھی اس کے اکمل ہونے پر ظاہر ہوتے ہیں۔ انسان بھی یہ شربت اس وقت پیتا ہے جب اس سے کامل محبت کرتا ہے۔ یہی راز خدا سے محبت میں ہے۔ ہر انسان ولی کامل ہو، مجدد دین میں سے ہو اپنی استعداد کے مطابق اس نور کو حاصل کرتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے۔

مسیح موعود علیہ السلام اسی محبت کو انسانی قوتوں کا اصل مقصود قرار دیتے ہیں۔ انسانی اعضاء کو جو قوتیں دی گئی ہیں۔ اصل مقصود ان کا خدا کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ جو خدا کی پرستش اور خدا ا کی معرفت ہے۔ وہ اس کو تلاش کرتا ہے۔ چاہتا ہے کہ اس کی محبت میں ایسا گداز اور محو ہو جائے کہ اس کا اپنا وجود باقی نہ رہے۔ جو فنا فی اللہ کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق میں ایسا جوہر اور خلق اعظم رکھا ہے کہ وہ اپنے نفس کو اپنے رب کے جمال میں فنا کر دے۔ اس کی محبت میں فنا ہو جائے۔ اس کو وجود عشق کی آگ میں پگھل کر فنا کر دے۔

محبت کی اصل غرض سچے خدا کو پہچاننا ہے۔ اسی محبت کا اعجاز خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ کی پوری زندگی ہے۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ محبّ اللہ۔۔ فی حب اللہ۔ یعنی اللہ کے دوست نے اللہ کی محبت میں وفات پائی۔

ایک محبت ابراہیم علیہ السلام کی تھی۔ وجہ وجود کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ معین الدین چشتی کی تھی اور مسیح موعود علیہ السلام کی محبت بھی جو نشانی کے طور پر جیتے جاگتے خون کے سرخ چھینٹے اپنی قمیص پر لے آئے تھے یہی محبت کا تقاضا ہے۔ آپ نے کشف میں دیکھا تھا کہ ایک بہت بڑا انسان بڑی سی پگڑی باندھے بیٹھا ہے۔ ایک آدمی سررشتہ دار کی حیثیت سے پاس کھڑا کچھ کاغذات دستخط کرنے کے لئے پیش کر رہا ہے۔ میں نے بھی اپنا کاغذ منظوری کے لئے آگے بڑھایا تو اس شخص نے دستخط کرنے کے لئے سرخ روشنائی میں قلم ڈبویا اور چھڑک کر دستخط کر دیئے گویا مجھے منظوری مل گئی۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی پاس بیٹھے تھے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ کشف سن کر چلا اٹھے کہ حضور آپ کی قمیص پر سرخ چھینٹے موجود ہیں جو ابھی خشک نہیں ہوئے۔ یہ محبت کا کیسا کمال ہے کہ تمام مجدّ دین میں سے صرف مجدّ د صد چہاردہم کو خدا کا نظارہ کشفی رنگ میں دکھایا گیا۔ خدا کا جمال حسن اور محبت ہر کسی کو نہیں ملتی۔ اس کے لئے محبت میں فنا ہونا پڑتا ہے۔

ختم نبوت اخوت اسلامی کا بنیادی پتھر ہے

از: ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ طیبہ ہے جس کے اقرار سے ایک انسان مسلمان ہو جاتا ہے اور جس کے انکار سے ایک مسلمان کافر ہو جاتا ہے ۔اس کلمہ طیبہ کے دو حصے ہیں ۔ایک لا الہ الا اللہ اور دوسرا محمد رسول اللہ ۔ لا الہ الا اللہ کے اندر نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد رکھی ہے اور محمد رسول اللہ کے اندر مسلمان کی عالمگیر اخوت کا راز مضمر ہے ۔اسلام نے دو دائرے قائم کئے ہیں ۔ایک بڑا دائرہ جو کہ وحدت نسلِ انسانی کا دائرہ ہے ۔اس کی بنیاد توحید الٰہی پر رکھی ہے ۔اسی لئے قرآن کریم فرماتا ہے:''اگر تمام مذاہب کے لوگ ایک متفقہ بات پر جمع ہو سکتے ہیں تو وہ صرف توحید الٰہی ہے اور تمام لوگوں کو اتحاد نسل انسانی کے لئے توحید کی دعوت دی ہے اور یہی ایک اصول ہے جس پر تمام مذاہب اکٹھے ہو سکتے ہیں اور یہی ایک امر ان سب میں مشترک ہے۔

رنگ، نسل، قومیت کے تفرقوں، ذات پات کے جھگڑوں کو اگر کوئی چیز دور کر سکتی ہے تو وہ صرف توحید الٰہی ہے جس کو قرآن کریم نے مختلف پیرایوں میں پیش کیا ہے ۔کہیں تو ''قل هو الله احد'' کہا اور کہیں ''لا الہ الا اللہ'' کی صورت میں پیش کیا ہے ۔الغرض نسل انسانی کی وحدت کی اگر کوئی بنیاد ہو سکتی ہے تو وہ صرف توحید الٰہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے ۔ہندو مسلم اتحاد اگر ہو سکتا ہے تو وہ صرف لا الہ الا اللہ کے ذریعہ ہو سکتا ہے ۔عیسائی، مسلمان اور یہودی میں اگر دوستی ہو سکتی ہے تو صرف لا الہ الا اللہ کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔

بعینہ اسی طرح اگر مسلمانوں کے اندر اتحاد اور یگانگت کوئی چیز پیدا کر سکتی ہے تو توحید الٰہی کے بعد ختم رسالت کا اصول ہے جس طرح وحدت نسل انسانی توحید کے بغیر ایک لمحہ کے لئے قائم نہیں رہ سکتی ۔اسی طرح اگر مسلمانوں کا اتحاد مسلمانوں کی عالمگیر اخوت، ختم نبوت اور ختم رسالت کے بغیر ناممکن ہے جس طرح کہ اس اصول کو ماننے سے کہ ہندوؤں کا عذر اور ہے اور مسلمانوں کا رب اور ہے اور عیسائیوں اور یہودیوں کا خالق اور ہے ۔وحدت نسل انسانی کا خاتمہ ہو جاتا ہے ۔اسی طرح مسلمانوں کے اتحاد، ان کی اخوت اور برادری کا یک قلم خاتمہ ہو جاتا ہے ۔اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے۔

مسلمانوں کی اخوت جس کو قرآن کریم نے ''انما المومنون اخوۃ'' کے زریں الفاظ میں بیان فرمایا ہے ۔صرف اسی ایک صورت میں قائم رہ سکتی ہے ۔یعنی یہ کہ آنحضرت صلعم اس امت کے واحد مطاع ہوں ۔جس طرح کہ اس دنیا کا نظام بگڑ جائے ۔ اگر اس دنیا کی حکومت دو حاکموں کے سپرد کر دی جائے ۔ اسی طرح مسلمانوں کی اخوت کا خاتمہ ہو جائے ۔اگر رسول کریم کے بعد یا ساتھ کسی اور کو رسالت میں شریک ٹھہرایا جائے ۔اسی لئے دنیا کے نظام کو قائم رکھنے کے لئے اور فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے فرمایا: ''اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی حاکم ہوتا تو اس کا نظام قائم نہ رہ سکتا اور یہ تمام کارخانہ درہم برہم ہو جاتا'' اور مسلمانوں کے اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے فرمایا: ''آنحضرت صلعم بمنزلہ باپ کے ہیں اور تمام مسلمان اسلامی رشتہ اخوت میں منسلک ہیں۔

میں نے مختصراً یہ دکھایا ہے کہ اگر ایک طرف وحدت نسل انسانی کو قائم رکھنے کے لئے توحید الٰہی کا اصول اشد ضروری ہے تو دوسری طرف اخوت اسلامی بغیر ختم نبوت کے قائم نہیں رہ سکتی۔

بعض معترضین ایک اعتراض پیدا کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اگر ختم نبوت اخوت اسلامی کو قائم رکھنے کے لئے اس قدر ضروری ہے تو پھر حضرت مسیح موعودؑ نے کیوں نبوت کا دعویٰ کیا ۔اس ضمن میں میں تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا ۔اس موضوع پر

تصویری جھلکیاں

پشاور میں لیزر سے تعلیم یافتہ مبلغ طیب اسلام کی پشاور سینٹر میں لائبریری کے قیام کی سرگرمیاں
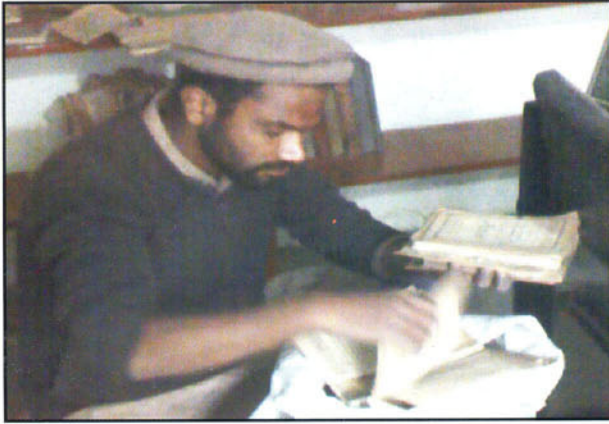
تقریب یادرفتگان کے موقع پر صاحبزادہ ظہور احمد صاحب، پروفیسر اعجاز احمد صاحب، طاہر صادق صاحب اور مسز فرحت آصف صاحبہ بزرگان جماعت صاحبزادہ سید عبدالطیف شہید، سید اسداللہ شاہ صاحب، حبیب الرحمٰن صادق صاحب اور شیخ نیاز احمد صاحب کی زندگیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے
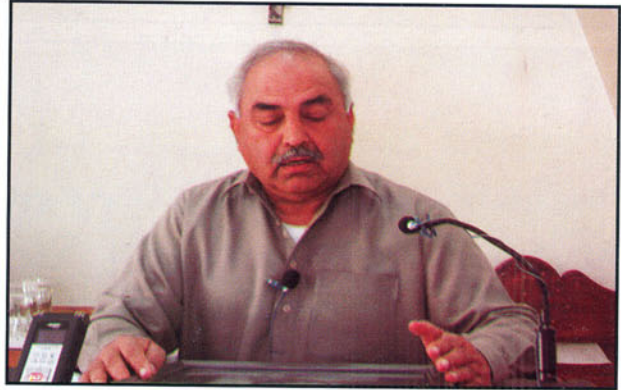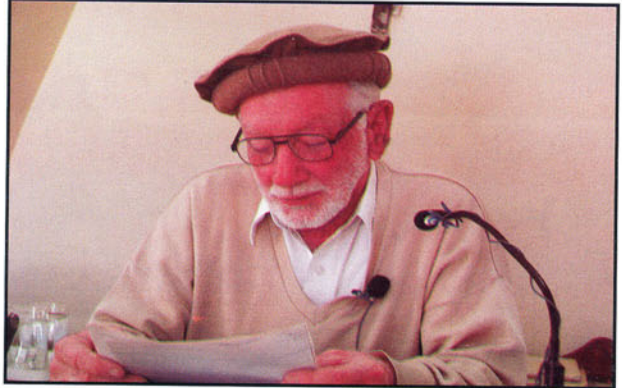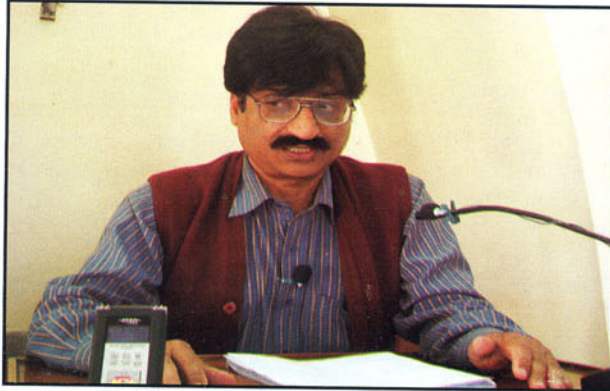
یادرفتگان کے موقع پر شرکاء کے مناظر

لیزر کے سالانہ نتائج کے موقع پر طلباء میں انعامات تقسیم کئے گئے
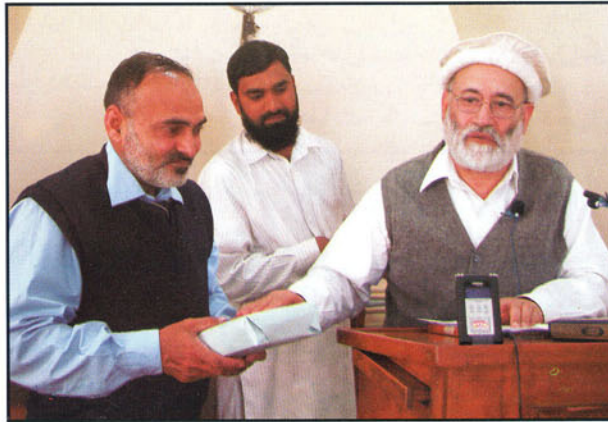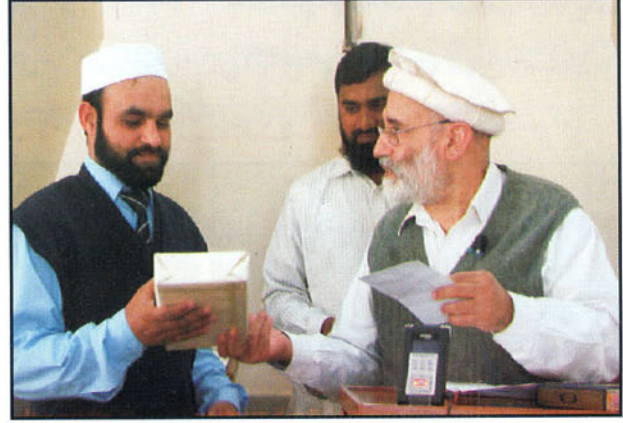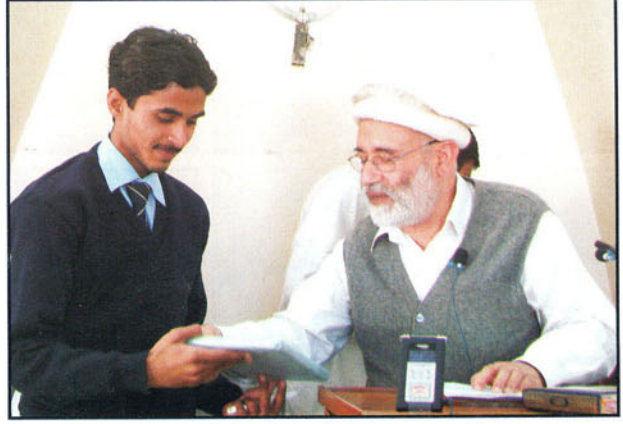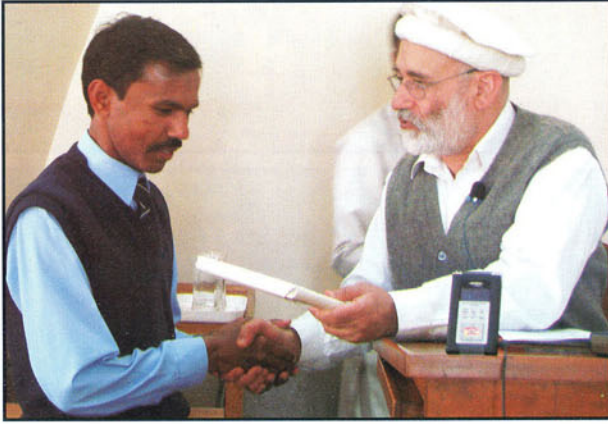
23 مارچ 2011ء: شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام منعقدہ ''شبان الاحمدیہ یوم پاکستان فلڈ لائٹ کرکٹ ٹورنامنٹ'' کی تصویری جھلکیاں

''یوم پاکستان'' کے موقع پر شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام منعقدہ پروگرام میں وقاص احمد ''تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ لاہور کا کردار'' کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جنوری اور فروری میں نماز میں سب سے زیادہ حاضر رہنے والے بچوں میں انعامات تقسیم کیے (دونوں ماہ میں ایک ہی خاندان کے بچے اوّل رہے)۔

بار ہا لکھا جاچکا ہے۔ میں صرف حضرت صاحب کی چند ایک موٹی موٹی اور بین تحریریں پیش کرتا ہوں جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت صاحب ہر گز مدعی نبوت نہ تھے۔ بلکہ مدعی نبوت پر لعنت بھیجنے والے اور اس کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے والے تھے۔ ملاحظہ ہو:

''ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلعم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں ہے صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے'' (اشتہار مورخہ 20 شعبان 1314ھ)

''مدعی نبوت کو کافر و کاذب جانتا ہوں''

پھر لفظ نبی کے استعمال کے متعلق لکھا ہے کہ: ''چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے۔ (اخبار الحکم مورخہ 17 اگست 1899ء)

پھر ایک اور جگہ لکھا ہے کہ: ''جن لوگوں کو لفظ نبی شاق گذرتا ہے وہ اسے کٹا ہوا سمجھیں''

پھر تحریر فرمایا ہے: ''کہ اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا'' (کتاب نشان آسمانی)

اگر آپ نبی تھے تو نبی کے دعوے کا منکر تو کافر ہوتا ہے لیکن آپ اپنی کتاب تریاق القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا'' میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح حضرت صاحب نے ختم نبوت پر زور دیا ہے وہ شاید ہی کسی ولی یا مجدد کے حصہ میں آیا ہو لیکن افسوس ہے کہ بعض ظالموں نے نبوت کا دعویٰ آپ کی طرف منسوب کر کے آپ پر افترا کیا ہے۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی بعثت کی اصل غرض کیا تھی۔ یہ بالکل بجا ہے کہ آپ کی بعثت کی غرض بھی تھی۔ یعنی اسلام کا تمام ادیان پر غلبہ ثابت کرنا اور اس غرض کو پورا کرنے کے لئے آپ نے بیشمار کتابیں لکھیں اور اشتہارات دیئے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑا بھاری اور زبردست کام جو آپ کے ذریعہ پایہ تکمیل کو پہنچا وہ اس بات کا محکم ایمان اور یقین پیدا کرنا تھا کہ دنیا کے اندر اصل طاقت اور قوت روحانی طاقت ہے اور مادی قوت گو بسا اوقات عارضی طور پر غالب نظر آتی ہو۔ لیکن آخری غلبہ روحانیت کا ہی ہوتا ہے۔

مادہ پرستی کے موجودہ عالمگیر ماحول میں اس قسم کا محکم ایمان پیدا کر دینا آپ کی ماموریت پر کافی سے زیادہ دلیل ہے۔ لوگ اکثر معجزے طلب کرتے ہیں اور خارق عادت واقعات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ دجالی زمانہ میں اس امر کا محکم یقین پیدا کر دینا کہ آخری فتح روحانیت کی ہوتی ہے ایسا زبردست معجزہ ہے جس کی مثال فی زمانہ قطعاً ناممکن ہے۔ دنیا نے مادہ پرستی اور مادی ترقی میں کمال کر دیا ہے اور اس میں کسی کو شک وشبہ نہیں کہ اس ترقی کا کمال ہمیں اقوام یورپ میں اپنے انتہاء کو پہنچا ہوا نظر آتا ہے۔ دولت، حکومت دو چیزیں مادی ترقی کا منتہائے نظر ہیں اور یہ دونوں یورپین اقوام میں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ بلکہ ان کا سکہ تمام دنیا مانتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا اس مادی ترقی نے دنیا کو کچھ فائدہ پہنچایا۔ کیا انسانی تہذیب وتمدن میں ترقی ہوئی۔ کیا بنی نوع انسان کا مال، جان، عزت زیادہ محفوظ ہوگئے یا ان سب کا خاتمہ نظر آرہا ہے۔ اس کا جواب لازماً نفی میں ہوگا۔

اس زمانہ کی سب سے بڑھ کر اور کونسی بدقسمتی ہوسکتی ہے کہ ہماری موجودہ نسل کے ۲۵ سال کے قلیل عرصہ میں دو عظیم الشان اور تباہ کن جنگیں دیکھنی پڑیں۔ اور ان دونوں کا آغاز یورپ سے ہوا۔ اس جنگ کا کیا حشر ہوا یہ تو مستقبل ہی بتا سکے گا۔ لیکن ایسا نظر آتا ہے کہ اب مادہ پرستی کا خاتمہ ہوگا۔ اور روحانیت کی فتح ہوگی۔ ہندوستان میں وائسرائے ہند نے ۲۶ مئی کا دن دعا کے لئے تجویز کیا ہے اور تمام مذاہب سے درخواست اور اپیل کی ہے کہ اس دن گرجوں، مسجدوں اور دیگر معبدوں میں فتح کے لئے دعا کی جائے۔ ہمارے لئے تو پہلے ہی ۲۶ مئی کا دن حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کا دن ہونے کی وجہ سے دعا کا دن ہے اور ہماری دعا یہی ہے کہ اللّٰھم الضر من نصر دین محمد صلعم اور ہمارا اس دعا پر کامل یقین ہے۔

جماعت کی بقا

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ۔ ایم۔اے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں چار قسم کی قوتیں اور استعدادیں عطا فرمائی ہیں۔ ذہنی، جسمانی، اخلاقی اور روحانی جن کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم ساری قوتوں اور صلاحیتوں کو نشو ونما کے کمال تک نہیں پہنچاؤ گے تو تم خسران میں ہو گے۔ فرمایا: ''کیا ہم تمہیں بتائیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ گھاٹا پانے والا، سب سے زیادہ گمراہ اور ہلاکت میں پڑنے والا کون ہے؟ ہلاکت میں پڑنے والا اور راہ گم کرنے والا وہ شخص ہے جس نے اگرچہ اپنی جسمانی اور ذہنی طاقتوں کی نشو ونما کو انتہا تک پہنچا دیا۔ مگر اس نے اپنی اخلاقی اور روحانی طاقتوں کی طرف توجہ نہ دی تو وہ خسارے میں ہے۔

اگر ہم چاروں قسم کی قوتوں میں سے ہر قسم کی قوت کی نشو ونما نہیں کریں گے تو ہم گھاٹے میں رہیں گے۔ جہاں تک ذہنی اور جسمانی قوتوں کی نشو ونما کا تعلق ہے تو غیر قومیں ہم سے بہت آگے نکل گئی ہیں۔ مگر دوسری دو قوتیں یعنی اخلاقی اور روحانی قوتوں میں اپنا ایک حسن ہے۔ یہ قوتیں مذہب کے بغیر نشو ونما نہیں پاسکتیں۔ جن لوگوں نے مذہب کو چھوڑ دیا۔ ان کے متعلق خدا تعالیٰ کو فرمانا پڑا کہ دنیاوی زندگی میں ان کی کوششیں ضائع ہو گئیں۔ وہ مفلوج ہیں، وہ خسران میں ہیں، وہ ہلاکت اور ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں ''جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو۔ اور اجتماع کرو۔ تم وجودِ واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے''۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔ اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے تیرے لئے بھی ایسا ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہو ہی جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو'' آپ نے اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ نہایت قیمتی نصائح سے نوازا اور اس بات کی تاکید کی کہ خدا کی عطا کردہ قوتوں کو بروئے کار لا کر ایک دوسرے کو فائدہ پہنچاؤ۔ آپ نے جماعت بندی پر زور دیا اور اپنی زندگی میں ہی تعلیمی اداروں کا اجراء کیا اور ان کا مقصد قومی تعمیر بتایا۔ بچوں اور جوانوں کی تربیت پر بہت زور دیا۔ اس کے لئے تعلیمی اور تربیتی ادارے قائم فرمائے۔

آپ فرماتے ہیں: ''ایک ہی مقام پر ٹھہر جانا کوئی اچھی صفت نہیں۔ دیکھو ٹھہرا ہوا پانی آخر گندہ ہو جاتا ہے۔ کیچڑ کی صحبت کی وجہ سے بدبودار اور بدمزہ ہو جاتا ہے۔ چلتا پانی ہمیشہ عمدہ، صاف اور مزیدار ہوتا ہے۔ اگرچہ اس میں بھی نیچے کیچڑ ہو مگر یہ کیچڑ کچھ اثر نہیں کر سکتا۔ یہی حال انسان کا ہے۔ ایک ہی مقام پر ٹھہر جانا یہ حالت خطرناک ہے۔ ہر وقت قدم آگے ہی آگے بڑھنا چاہیے۔ نیکی میں ترقی کرنی چاہیے۔ ورنہ خدا تعالیٰ انسان کی مدد نہیں کرتا اور اس طرح انسان

بے نور ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دل کا اندھا ہو جاتا ہے"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات تو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر ہم اپنا تجزیہ کریں تو یوں لگتا ہے کہ یہ مثال شاید ہمارے لئے ہی ہے۔ حقائق پر نظر دوڑائیں تو ہم اس ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح ہیں جس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ آج تک ہم نے اپنے لئے کوئی راہ متعین نہیں کی۔ جس کی وجہ سے ترقی تو کجا اپنی بقا بھی مشکل نظر آتی ہے۔ دراصل ہم نے اپنی خداداد قوتیں غفلت میں ضائع کر دیں۔ حضرت صاحب کے فرمودات کو قطعی نظر انداز کیا صرف تربیتی پروگرام ہی انسانی قوتوں کو بیدار رکھتے ہیں۔ تربیتی پروگراموں میں تواتر انفرادی اور اجتماعی صلاحتیں پیدا کرتے ہیں۔ اور جماعت کی بقا انفرادی قوت اور اس کے بعد اجتماعی قوتوں کو مربوط پروگرام کے ذریعہ جاری رکھنا جماعت بندی اور پھر جماعتی ترقی کا ذریعہ ہے۔ مسلسل تربیت کے بغیر جمود طاری ہو جاتا ہے۔ اور ترقی رک جاتی ہے۔ فوج کی تربیت کو دیکھیں امن کے زمانہ میں بھی جاری رہتی ہے۔ جبکہ جنگ کا امکان تو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح مذہبی محاذ پر قوم کو علم و عمل کے ہتھیار سے مسلح رکھنے کے لئے ہمہ وقت تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تربیت کردار میں یقین پیدا کرتی ہے۔ اور یقین ایک بہت بڑی طاقت ہے۔

خلیفۃ المسیح حضرت حکیم مولانا نورالدین (علیہ رحمت) فرماتے ہیں "دیکھو اور اپنے خیالات و حالات کا خود مطالعہ کرتے رہا کرو کہ جس قدر تڑپ، کوشش اور اضطراب دنیاوی اور ادنیٰ ضروریات کے لئے دل میں ہے۔ کم از کم اتنا ہی جوش دینی ضروریات کے لئے بھی ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو پھر دین کو دنیا پر تقدم تو کہاں برابری بھی نصیب نہ ہوئی۔ ایسی صورت میں وہ معاہدہ جو امام کے ہاتھ پر نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ پر کیا ہے کہاں پورا ہوا۔ مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ ظاہری بیماریوں کے لئے تو اتنی گھبراہٹ مگر باطنی اور اندرونی بیماریوں کے لئے کوئی تڑپ نہیں۔ باطنی بیماریاں کیا ہوتی ہیں؟ یہی بدظنی، منصوبہ بازی، تکبر دوسرے کی تحقیر اور کئی قسم کی شرارتیں، شرک اور ماموروں کا انکار وغیرہ۔ ان امراض کا ہمیں کچھ بھی فکر نہیں" آپ نے سچ فرمایا کہ ہمیں اپنی روحانی بیماریوں کی کوئی فکر نہیں۔ دراصل ہم نے اس منبع کو یاد ہی نہیں رکھا جس سے ہمیں روشنی ملی۔ خدا کی عطا کردہ قوتوں سے کوئی کام نہیں لیا۔ اور اس طرح اس کی نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔ یہ قوتیں تو خدا کا ایک انعام ہوتی ہیں۔ اس انعام کا ہم نے کہاں تک شکر ادا کیا۔ اپنے مسیح سے کیا ہوا عہد کہاں تک نبھایا۔ اس عہد کی تو دس کڑی شرائط ہیں۔ کیا کسی ایک شرط پر بھی غور کیا؟ یہ دس شرائط تو بڑی قربانی مانگتی ہیں۔ ان دس شرائط میں ہماری چاروں قوتوں کی آزمائش ہے۔ ان انسانی قوتوں کو بیدار کرنے کے لئے ہی مامور آیا کرتے ہیں۔ تاکہ اپنے خالق کے پاس جانے سے پہلے عملی طور پر اس کے انعامات کا شکر ادا کرسکیں۔ اس لئے ہمیں ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ایک کتاب "کشتی نوح" میں ایک خوبصورت لائحہ عمل دیا ہے۔ جس میں آپ نے اٹھارہ ایسے اقدامات بتائے ہیں جن کے اپنانے سے ہم سچے اور کھرے احمدی بنتے ہیں اور اگر ان کو نظر انداز کریں تو نہ صرف آپ کے ماننے والوں کی فہرست سے خارج ہوتے ہیں بلکہ خدا کی ناراضگی بھی مول لیتے ہیں۔ جس نے اپنے مامور کو یہ ہدایت دے کر بھیجا کہ مامور کا کام معاشرے میں روحانی امور کو فروغ دینا اور پاکیزگی پیدا کرنا اور خداداد قوتوں کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کر کے زندگی بسر کرنا ہے۔ خدا کرے ہم ایسا ہی کرسکیں۔ آمین ثم آمین۔

خدا کرے ہمارا وجود دنیا کے لئے ایک مفید وجود ہو جائے۔ خدا کرے ہمارے سب اندھیرے ہمارے پیچھے رہ جائیں اور ہم اللہ کے نور سے منور ہو جائیں۔ خدا کرے ہمارے اعمال اسی کے فضل سے بہتر پھل لائیں۔ خدا کرے، ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب دعاؤں کے وارث بنیں۔

آمین ثم آمین۔

☆☆☆☆

جماعت احمدیہ لاہور کی امتیازی خصوصیات

افضال احمد (زیر تربیت مبلغ سال سوئم)

ترجمہ: ''اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں''۔(سورۃ آل عمران 104)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک جماعت بنانے کا حکم دیا ہے جو اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔

ہماری جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ نے اسی آیت کو بنیاد بناتے ہوئے جماعت احمدیہ کو اشاعت قرآن اور اشاعت اسلام کے لئے قائم کیا۔حضرت مرزا صاحب نے ایسے وقت میں اپنی جماعت کو قائم کیا کہ جب ہر طرف سے اسلام پر حملے ہو رہے تھے اور اسلام کی تعلیمات ختم ہوتی جارہی تھیں اور دین اسلام ایک نام کا دین رہ گیا تھا اور عیسائیت اپنے عروج پر تھی اور وہ اپنی باتوں کی وجہ سے عیسائیت کو اسلام سے اچھا مذہب قرار دے رہے تھے۔جس کی وجہ سے بہت سے نادان مسلمان عیسائی ہوتے جارہے تھے اور اسلام کو چھوڑتے جارہے تھے۔ایسے وقت میں حضرت صاحب کے دل میں اسلام کے لئے درد پیدا ہوا۔ آپؑ نے اپنے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لے کر عیسائیت کے خلاف اپنی آواز کو بلند کیا اور ان کی حکومت ہونے کے باوجود ان کے مذہب کو باطل قرار دیا اور ان کے خدا کو بھی مردہ قرار دیا اور یہ فرمایا: کہ جس کو تم خدا مانتے ہو وہ تو خدا تعالیٰ کے پاک نبی اور ایک پاک بشر تھے۔وہ انسانوں ہی کی طرح کھاتے پیتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: '' اور ہم نے ان کے جسم ایسے نہ بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے تھے''۔

جس سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک عام انسان کی طرح تھے اور یہ فرمایا کہ وہ انسانوں ہی کی طرح وفات پا گئے اور اس بات پر اتنا زور دیا کہ عیسائیت کے چھکے چھوٹ گئے اور ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہ رہا اور ان کے بڑے بڑے پادری اس بات پر حضرت صاحب سے شکست کھا گئے۔

اس وقت یہ جماعت احمدیہ اور عام مسلمانوں کی بہت بڑی فتح تھی۔اسی دور میں آریہ اسلام کے خلاف کتابیں لکھتے اور دین اسلام کو برا بھلا کہتے۔یہ ہماری جماعت کی ہی امتیازی خاصیت ہے کہ ان کی کتابوں کا منہ توڑ جواب دیا اور یہ ثابت کیا کہ اسلام ہی ایک ایسا امتیازی مذہب ہے جس کا خدا واحد اور کتاب لاریب ہے۔یہ بھی ہماری جماعت ہی کی امتیازی خصوصیت تھی کہ اسلام کو زندہ مذہب پیش کیا پھر اسی دور میں مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ مانتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ وہ دو ہزار سال سے جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔اور اس بات پر اہل اسلام بھی ان کے ساتھ متفق نظر آتے تھے۔اس وقت ہماری جماعت کے بانی نے قرآن کریم کی 30 آیات سے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ بھی بتلا دیا کہ وہ 120 سال کی عمر میں فوت ہوئے اور کشمیر میں ان کی قبر موجود ہے اور اس طرح عیسائیوں کے خدا کو مردہ ثابت کر کے ان کو شکست دے دی اور اسلام کا روشن چہرہ دنیا پر واضح کیا۔

پھر ختم نبوت پر حقیقی ایمان رکھنے والی ہماری جماعت ہے۔ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔آپ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا جیسا کہ مشکوۃ شریف کی ایک حدیث میں ہے:انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

اور ہماری جماعت حضرت مرزا صاحب کو صرف ایک مجدّد کی حیثیت سے مانتی ہے۔ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا جو کہ سراسر غلط بات ہے۔ یہ ہماری جماعت ہی کی خصوصیت ہے کہ صحیح اسلام لوگوں کے سامنے پیش کیا اور یہ کہا کہ اسلام ایک سلامتی کا مذہب ہے اس میں کوئی ظلم اور زبردستی نہیں اور اس بارے میں ہمارے بانی نے بہت سی کتابیں تحریر فرمائیں۔

اس کے علاوہ ہماری جماعت کی یہ بھی امتیازی خصوصیت ہے کہ ہماری جماعت نے کہا خدا کو ایک مانو اور شرک نہ کرو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی پیروی کرو تا کہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوسکو۔

پھر قرآن کریم کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا تھا کہ اس کی کچھ آیتیں منسوخ ہوگئیں ہیں لیکن حضرت مرزا صاحب نے ثابت کردکھایا کہ قرآن کریم کی ایک آیت تو کیا ایک زیر زبر بھی منسوخ نہیں ہوسکتی۔ یہ بھی ہماری امتیازی خصوصیت ہے کہ اسلام کو صحیح معنوں میں سمجھنے کی کوشش کی۔

ہماری یہ بھی ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ قرآن کریم کا سب سے پہلے مسلمانوں میں انگریزی ترجمہ حضرت مولانا محمد علیؒ نے 1917ء میں کیا۔

مغربی دنیا میں سب سے پہلے اشاعت قرآن اور اسلام کی تعلیمات پھیلانے کا کام جماعت احمدیہ لاہور نے ہی شروع کیا۔

1912ء میں خواجہ کمال الدین نے اسلامی مشن کی بنیاد لندن میں رکھی اسی طرح 1926ء میں ہماری جماعت کے حضرت مولانا صدرالدینؒ نے برلن مسجد کی بنیاد رکھی اور جو آج تک اسلام کی سربلندی کا نشان ہے۔

اللہ تعالیٰ ان خصوصیات پر قائم رہنے اور اخلاق و اعمال سنوارنے میں ہماری مدد فرمائے۔آمین

☆☆☆☆

تقریب یادِ رفتگان

مرکزی انجمن کے زیر اہتمام مورخہ 13 مارچ 2011ء بروز اتوار جامع دارالسلام، لاہور میں یادِ رفتگان کا جلسہ ہوا۔ جس میں کثیر تعداد میں خواتین وحضرات نے شرکت فرمائی۔

مقررین نے جماعت کے چار اہم بزرگ شخصیات کی زندگی اور ان کی جماعتی خدمات کا بڑے ہی موثر انداز میں ذکر کیا۔ جس سے نہ صرف ان کی یاد دلوں میں تازہ ہوگئی بلکہ سامعین کی روحانی بالیدگی اور اصلاح کا ذریعہ بنیں۔سب سے پہلے صاحبزادہ ظہور احمد صاحب نے نہایت ہی دلسوز انداز میں صاحبزادہ عبد الطیف شہید مرحوم کی زندگی کے واقعات سنائے۔ پروفیسر اعجاز احمد صاحب نے سید اسد اللہ شاہ صاحب مرحوم کی ایمان افروز زندگی پر روشنی ڈالی۔ جناب طاہر صادق صاحب نے اپنے والد مرحوم جناب حبیب الرحمٰن صادق صاحب کی جماعتی خدمات کا احاطہ کیا۔محترمہ فرحت آصف صاحبہ نے شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم کی جماعت سے وابستگی اور ان کی خدمات کا ذکر کیا۔آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ جناب ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب نے ان سب بزرگوں کو خراج عقیدت پیش کیا اور مرحومین کی بلندی درجات کی دعا کی۔آپ نے جماعت کو نصیحت کی کہ وہ اپنے ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کریں۔

ریاض احمد
قائمقام جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن لاہور

درس قرآن ۔۴

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(ازمعاف القرآن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ ۝ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ۝۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کے وسیع و بلیغ مضمون پر میں نے مختصراً کچھ روشنی پچھلے سبق میں ڈالی تھی۔ صرف اتنا کہنا باقی رہ گیا کہ الحمد اللہ میں اللہ تعالیٰ کی خوبیاں گنوائی نہیں کیونکہ وہ ہیں ہی ان گنت۔ اس لئے جوں جوں انسان اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اخلاقی اور روحانی ترقی کرتا ہے توں توں اللہ تعالیٰ کے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کے حسن یعنی اس کی خوبیوں سے واقف ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کے احسان یعنی اس کی خوبیوں سے مستفیض ہوتا چلا جاتا ہے اور **رب العلمین** میں یہ اشارہ ہے کہ یہ ربوبیت صرف اس جہان میں ہی نہیں بلکہ اگلے جہانوں میں جاری رہے گی جہاں انسان نے جا کر باطنی و روحانی ترقیات کرنی ہیں اور انہی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حسن یعنی صفات اور خوبیوں کی معرفت اس انسان کی بڑھتی چلی جائے گی جیسا کہ اس زمانہ کے امام اور مجدد (حضرت مرزا غلام احمد) نے لکھا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے حسن یعنی خوبیوں کی کوئی انتہا نہیں اسی لئے انسان کی روحانی ترقی کی بھی کوئی انتہا نہیں ۔ **فسبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**

مگر اللہ تعالیٰ کی لاانتہا خوبیوں یا صفات میں سے چار صفات یعنی **رب العلین ، رحمن ، رحیم اور ملک یوم الدین** کا یہاں علم اس لئے دیا کہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں اللہ کے معنی ہیں وہ ذات جو حسن و احسان میں کامل ہے۔ تو حسن تو اس کی خوبیاں ہیں اور احسان ان خوبیوں کا فیض یا فائدہ اس کی مخلوق کو پہنچتا ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ کے حسن یعنی اس کی خوبیوں میں سے جن خوبیوں کا فائدہ اس کی مخلوق کو اس دنیا میں پہنچتا ہے ان میں سے چار بنیادی خوبیاں وہ ہیں جن کا ذکر **رب العلمین ، الرحمن ، الرحیم** اور **ملک یوم الدین** میں ہے۔ ربوبیت وہ صفت ہے جو ہر ایک مخلوق کو پیدا کر کے بتدریج ترقی دیتی ہوئی اپنے دائرہ کے اندر کمال تک پہنچاتی ہے، رحمانیت وہ صفت ہے جو ہر ایک مخلوق کو اپنے کمال تک پہنچانے کے لئے ضروری اسباب یا سامان مہیا فرماتی ہے جن میں سے اکثر اسباب اس مخلوق کے وجود میں آنے سے پہلے ہی مہیا کئے گئے ہوتے ہیں ، رحیمیت وہ صفت ہے جو ان سامانوں سے فائدہ اٹھانے پر اعلیٰ درجہ کے نتیجے یا پھل مترتب فرماتی ہے ، اور ملک یوم الدین وہ صفت ہے جو ان سامانوں سے فائدہ نہ اٹھانے یا اللہ تعالیٰ کے قوانین کی خلاف ورزی یا نافرمانی کی سزا دیتی ہے تا کہ نظام عالم قائم رہے اور چیزیں اپنے کمال کو پہنچتی رہیں۔

ایک آخری بات عرض کر دوں کہ لفظ عالمین کے معنی جہاں تمام جہانوں کے ہیں وہاں تمام انسانوں بلکہ تمام مخلوق کے بھی ہیں ۔ یوں قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا کیا زبردست تصور پیش کیا ہے! پہلے مذاہب خدا کے لئے بت یا گائے یا آگ یا سورج یا ستارہ پرستی کے تصورات پیش کرتے رہے۔ اس سے کچھ آگے بڑھے تو ایک کمزور انسان کا خدا ہونا بتایا۔ یا حد سے حد تک ایک قوم مثلاً بنی اسرائیل یا آریہ ورش کا خدا یعنی قومی خداؤں کا تصور پیش کیا۔ قرآن کریم نے

رب العلمین یعنی تمام مخلوق اور تمام قوموں کے ایک ہی خدا کا تصور پیش کیا ہے جس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ تصور نہیں ہوسکتا۔ قومی خداؤں کے تصور سے نسل انسانی میں تفریق اور پھوٹ کی بنیاد پڑی اور اس تصور نے قومی تفاخر یعنی ایک قوم کے دوسری قوم سے بہتر اور برتر ہونے کے خیال کو دنیا میں رائج کیا۔ تمام قوموں کے ایک ہی خدا کے تصور میں جو قرآن کریم نے پیش کیا نسل انسان کی وحدت یعنی ایک ہونے کے تصور کو آج سے چودہ سو سال پہلے پیش کیا جبکہ کوئی قوم اس کو نہیں مانتی تھی۔ ہر ایک قوم اپنے کو دوسروں سے بہتر سمجھتی تھی بلکہ ایک ہی قوم میں مثلاً ہندوؤں میں برہمن، کشتری، ویش اور شودر کے فرق کو مذہب کا جزو سمجھا جاتا تھا۔ پھر ہر قوم کے اپنے نبی یا نبیوں کے آنے کے سبب سے اور ان قوموں کی غلطی کی وجہ سے بھی نسل انسانی کی وحدت میں پھوٹ پڑ گئی کیونکہ ہر قوم نے صرف اپنے نبی کو سچا مانا اور باقیوں کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھا جس سے مذہبی جھگڑے بلکہ لڑائیاں تک ہو پڑیں۔ قرآن حکیم نے نہ صرف تمام قوموں کے نبیوں کو اللہ کی طرف سے بتایا بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نسل انسانی کے لئے نبی بنایا جیسا کہ فرمایا: ''کہہ دے کہ اے نسل انسانی میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول یعنی پیغامبر بنا کر بھیجا گیا ہوں'' (الاعراف ۷:۵۸) تو قرآن کریم نے آنحضرت صلعم کو تمام نسل انسانی کے لئے نبی بنا کر تمام قوموں کو آپ کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرنے کی بنیاد رکھی اور پھر آپ کو خاتم النبین یعنی آخری نبی بھی بنایا تا کہ کوئی نبی آ کر نسلِ انسانی کی وحدت میں رخنہ نہ ڈلے۔ **فسبحن الله وبحمده سبحن الله العظیم۔**

ایک اور بات کی طرف توجہ دلانی ضروری ہے وہ یہ کہ لفظ **الحمد الله** میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی صفات سے پہچانو۔ کوئی یہ نہ خیال کرے کہ انسان تو دنیا کی چیزوں کو دیکھ کر پہچانتا ہے۔ مادہ جو بظاہر نظر آتا ہے اس کی اصلیت یا حقیقت کیا ہے اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا اور سائنس نے اب آ کر یہ بتایا ہے کہ مادہ کی اصلیت یا حقیقت کو دیکھا نہیں جاسکتا بلکہ مادہ کی اصلیت اور حقیقت کو بھی اس کی صفات یعنی Properties سے ہی پہچانا جاسکتا ہے۔ تو جب مادہ کا جو مخلوق ہے یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ جو خالق ہے اس کو بھی اس کی صفات یا خوبیوں سے ہی پہچانا جاسکتا ہے۔

مگر یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ خالق کیوں نہیں لائے رب کیوں لائے۔ ویسے قرآن کریم نے آگے چل کر یہ صاف کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق کل شیء (الانعام ۶-۱۰۲) یعنی ہر چیز کا خالق ہے، مگر لفظ رب میں نہ صرف خالق کے معنی مضمر ہیں بلکہ پیدا کر کے بتدریج ترقی دینے کے معنی مزید ہیں۔ لفظ رب یہاں لانے میں یہ حکمت تھی کہ اگرچہ مخلوق کو دیکھ کر اس کے خالق کا ہونا یقینی ہوتا ہے مگر کوئی دہریہ یا ہٹ دھرم انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ چیزوں کو پہلے پیدا ہوتے تو ہم نے دیکھا نہیں اس لئے یہ کس طرح یقین آئے کہ ان کا کوئی خالق تھا۔

اگرچہ یہ اعتراض لغو ہے مگر لفظ رب میں اس کا جواب دیا کہ اگر تم نے پہلی خلق یا پیدائش کو نہیں دیکھا تب بھی تمہاری آنکھوں کے آگے ربوبیت یعنی ہر چیز کا ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف بتدریج ترقی پانا اللہ کی ہستی پر نا قابل انکار دلیل ہے۔ انسان اپنے آپ کو ہی دیکھ لے کہ کس طرح مٹی سے غذا اور غذا سے انسان کے جسم کے اندر نطفہ بنتا ہے جس کی عجائبات کا سائنس آج کل پتہ لگا رہی ہے۔ پھر نطفہ سے کس طرح ماں کے پیٹ کے اندر تمام انسان ایک ہی طرح اس عجیب وغریب جسم کو پاتے ہیں جو کہ اعلیٰ ترین تخلیق ہے اور اس کا نظام ان سائنسدانوں کو جنہوں نے اس کا پتہ لگایا ہے حیرت میں ڈالتا ہے۔ پھر ایک ننھے بچے کی حالت سے انسان بڑھتا بڑھتا جوان آدمی بن جاتا ہے۔ تو یہ ربوبیت یعنی ادنیٰ حالت سے بتدریج ترقی دینے والا کون ہے؟ اور تمام نسل انسانی بلکہ ہر مخلوق کا ایک ہی طرح جنم لینا اور پھلنا پھولنا کیا اس کائنات کے خالق اور رب کے ہونے اور اس کی توحید پر زبردست شہادت نہیں؟ تو لفظ رب میں جو خدا کی ہستی اور توحید کا ثبوت ہے اس کا کوئی دہریہ جو ذرہ بھی انصاف پسند ہوا نکار نہیں کرسکتا۔ جس زمانہ میں سائنسدان اکثر دہریہ ہوتے تھے تو ایک دہریہ سائنسدان کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ اپنی لیبارٹری میں ایک انڈے کے اندر بچہ بنتا دیکھ رہا تھا تو بے اختیار اس کے منہ سے نکل گیا:

"As if some God were making it"

یعنی یہ تو گویا کوئی خدا بنا رہا تھا۔ پھر اب تو تمام کائنات کا ایک ہونا اور ایک ہی قوانین کے ماتحت ہونا اور ترقی پانا سائنس نے بھی ثابت کر دیا ہے۔ تو اس

زبردست اور عجیب وغریب کائنات کے مطالعہ سے الحمد للّٰہ رب العلمین کے الفاظ بے اختیار انسان کے منہ سے نکل جاتے ہیں۔

مگر مادی کائنات اور اس دنیا کی زندگی تو پہلا سٹیج ہے۔ رب العلمین میں یہ بھی معنی ہیں کہ اس جہان سے آگے اور بھی جہان ہیں اور وہاں بھی وہی اللہ تمہارا رب ہے جس نے انہیں بنایا ہے اور جو تم کو لے کر ان میں جائے گا۔ اور دونوں جہانوں کو جہاں اس کی رحمانیت نے بنایا (رحمانیت کے معنی جیسا کہ میں بتا آیا ہوں رحم کے جوش سے انسان کے بغیر کچھ کئے اس پر انعامات کرتا ہے) وہاں اس کی رحمانیت نے ہی دونوں جہانوں میں تمہاری ربوبیت یعنی ادنےٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی کے لئے یہ قرآن نازل فرمایا ہے اسی بات کو واضح کرنے کے لئے الحمد للہ رب العلمین کے بعد الرحمن، الرحیم کے الفاظ آئے ہیں اور سورۃ رحمٰن میں وضاحت کردی ہے کہ الرحمن، علم القرآن یعنی رحمان نے قرآن کا علم تم پر نازل کیا ہے، اور جو اس کی ہدایت پر عمل کرے گا اس کے لئے وہ رحیم ہے یعنی بار بار رحم کے جوش سے جزا دینے والا۔ اس بات کو بھی قرآن نے خود واضح کر دیا جب فرمایا: ''ایمان لا کر عمل کرنے والوں کے لئے وہ رحیم ہے'' (الاحزاب ۳۳۔۴۳)۔ مگر مومن کا اصل اجر آخرت میں ہے جہاں اس نے ہمیشہ رہنا ہے۔ اس دنیا کے اجر تو موت کے ساتھ ختم ہوجاتے ہیں۔

الرحمٰن، الرحیم کے الفاظ یہ بھی بتاتے ہیں کہ ہر بات سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کا رحم کام کرتا ہے جو رحمٰن کے معنی ہیں اور ہر بات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کا رحم تمہارے شامل ہوگا بشرطیکہ اس کی رحمانیت نے جو سامان کئے ہیں جن میں قرآن سب سے بڑی نعمت ہے ان سامانوں سے تم فائدہ اٹھاؤ گے جس طرح اس نے بتایا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا رحم اس کی رحمانیت کے مظاہروں پر ختم نہیں ہوجاتا بلکہ اس کی ہدایت سے فائدہ اٹھانے والوں پر اس کی رحیمیت جوش میں آن کر اس دنیا میں انسان کے دل کے اندر جنت پیدا کر دیتی ہے اور مرنے کے بعد آخرت میں اسے ظاہری جنت میں ہمیشہ رکھے گی۔ دل سکھی ہو تو انسان ہر حال میں خوش رہتا ہے۔ اور دل دکھی ہو تو ظاہر کے سامانِ عیش بھی کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔ اس لئے اس دنیا میں دل کی جنت کو حقیر نہ سمجھو۔

شبان الاحمدیہ مرکزیہ

''یوم پاکستان فلڈ لائٹ کرکٹ ٹورنامنٹ''

23 مارچ 2011ء: شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام ''شبان الاحمدیہ یوم پاکستان فلڈ لائٹ کرکٹ ٹورنامنٹ'' بروز منگل بعد از نماز عشاء انعقاد کیا گیا۔ اس ٹورنامنٹ میں چار ٹیمیں بنائی گئیں جن کے کیپٹن رضا سعادت، وقاص احمد، ہارون جاوید اور عمر جاوید تھے۔

ان چاروں ٹیموں کے درمیان تین تین میچ کروائے گئے۔ باقی ٹیموں کو شکست دیتے ہوئے فائنل میں عمر جاوید اور رضا سعادت کی ٹیم پہنچی اور عمر جاوید کی ٹیم نے رضا سعادت کی ٹیم کو شکست دے کر فتح پائی۔

اس ٹورنامنٹ میں احباب وخواتین جماعت کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ حاضرین کی تواضع کے لئے بریگیڈئر (ر) محمد سعید احمد صاحب کی صاحبزادی محترمہ آمنہ سعید صاحبہ نے ''مشروبات'' کا بندوبست کیا۔ جس کے لئے شبان الاحمدیہ مرکزیہ محترمہ آمنہ سعید صاحبہ کی بہت شکر گزار ہے۔

اس ٹورنامنٹ کو منعقد کروانے میں بہت سے نوجوانوں نے مدد کی جن میں سرفہرست وقاص احمد، طیب آفتاب، حامد رحمٰن اور طاہر تھے۔ ان کے ساتھ دو بچے احمد جاوید اور معید حسین بھی شامل ہیں۔ ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

☆☆☆☆

لاہور احمدیہ سکول آف ایجوکیشن ان ریلیجن (LASER) کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ

جماعت احمدیہ لاہور نے کچھ عرصہ پہلے نوجوانوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے ایک ادارے ''لیزر'' کی بنیاد رکھی۔ تا کہ جماعت کے نوجوانوں کو دینی تعلیم دی جائے جس میں اسلام اور دیگر مذاہب کے علم کے علاوہ جماعت احمدیہ کے مخصوص مضامین بھی شامل ہوں۔ تا کہ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کے لئے اچھے مبلغ میسر آسکیں۔ جو وہ اپنی صلاحیتوں اور خدمات کو جماعت کے لئے وقف کر سکیں۔ اس لئے طلبا کی ذہنی نشوونما اور تعلیم وتربیت کے لئے پرنسپل لیزر، اساتذہ اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے تعاون اور مشاورت سے تعلیمی سال 2011ء - 2010ء میں درج ذیل امور کو ممکن بنایا گیا۔

لیکچرز (بزرگان سلسلہ)

حضرت مولانا نور الدینؓ کے حالات زندگی، دین اسلام کے لئے خدمات اور جماعت سے وابستگی اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ عشق کو محترمہ فائزہ علی صاحبہ نے دو نشستوں میں نہایت عمدہ طریق سے بیان کیا اور طلباء کو آسان الفاظ میں سمجھایا۔ تا کہ ان کو حضرت مولانا نور الدینؓ صاحب کی زندگی کے بارے میں اچھی طرح سے آگہی ہو سکے۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحبؒ امیر جماعت دوم کے کارہائے نمایاں، حالات زندگی، اسلام اور جماعت کے لئے جدوجہد کو آسان الفاظ میں نہایت ہی احسن طریق سے محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ نے بیان فرمایا۔

طلباء نے ان دونوں نیک ہستیوں کے بارے میں نہایت عمدہ مضامین لکھے جو محفوظ کر لئے گئے ہیں۔

جشن آزادی

14 اگست 2010ء کو جماعت احمدیہ نے ایک پروگرام منعقد کیا، پرچم کشائی کے بعد ملک کی سلامتی اور بقا کے لئے دعا کی گئی۔ اسی موقع پر لیزر کے طالب علموں نے ایک دلچسپ مائم (Mime) بعنوان ''پاکستان زندہ باد'' پیش کیا۔ اس میں اس امر کی نشاندہی کی گئی کہ تحریک پاکستان سے بہت قبل امام وقت حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کو دوبارہ اسلام کا صحیح چہرہ دکھا کر بیداری پیدا کی جس کے نتیجہ میں کئی تحریکات ابھریں اور بالآخر حضرت مولانا محمد علیؒ کا الہام ''پاکستان زندہ باد'' کی تعبیر قیام پاکستان کی صورت میں پوری ہوئی۔

الوداعی تقریب

لیزر کے زیر اہتمام کورس مکمل کرنے والے طلباء طیب اسلام اور عثمان احمد کے لئے ایک الوداعی تقریب منعقد کی گئی۔ پرنسپل لیزر صفیہ سعید صاحبہ اساتذہ اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے ان دونوں کی ترقی اور کامیابی کے لئے دعا کی۔

غیر نصابی سرگرمیاں

طلباء کی صلاحیتوں اور ذہنی نشوونما کے لئے ایک تقریری مقابلے اور کوئز کا انعقاد کیا گیا۔ تا کہ طلباء میں اعتماد بڑھے اور وہ اپنا نکتہ نظر اچھے طریق سے لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں۔ تقریری مقابلہ کے موضوعات یہ تھے:

(ا): اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلایا گیا

(۲): اسلام میں عورت کا مقام

(۳): جماعت احمدیہ کی امتیازی خصوصیات

(۴): بحیثیت احمدی ہماری ذمہ داریاں

ان تمام موضوعات کو طلباء نے اچھے اور عمدہ طریق سے بیان کیا۔ طالب علموں کے علم میں اضافہ کے لئے ''سیرت النبی'' کے موضوع پر کوئز کا انعقاد کیا گیا۔ طلباء نے بھرپور تیاری کے ساتھ کوئز مقابلے میں شرکت کی۔

پوزیشن لینے والوں کے نام یہ ہیں:

تقریری مقابلہ		کوئز مقابلہ	
اوّل:	محی الدین	اوّل:	منصور احمد
دوم:	منصور احمد	دوم:	افضال احمد
سوم:	نوید احمد	سوم:	تنویر شاہد

طلباء نے ''بول کے لب آزاد ہیں تیرےؔ'' کے نام سے ایک ٹاک شو پیش کیا۔ جس میں حضرت مرزا صاحب کی ایک عظیم الشان لڑکے بارے میں پیش گوئی کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا کو موضوع بنایا گیا۔

اس پر جماعت ربوہ، جماعت لاہور اور دیگر مکاتب فکر کے نمائندوں کو اظہار رائے کی دعوت دی گئی۔ حاضرین محفل نے اس کوشش کو بے حد سراہا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

یادِ رفتگان

جماعت احمدیہ نے جماعت کے بزرگان کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے یادِ رفتگان کا جلسہ منعقد کیا۔ تاکہ نوجوانوں کو سلسلہ کے بزرگوں کے حالات زندگی جاننے کا موقع مل سکے۔

لیزر کے طالب علموں کے لئے اس پروگرام میں شرکت لازمی تھی تاکہ وہ ان شخصیات کے حالات زندگی کو جانیں اور اسے ان کے کورس میں شامل کیا گیا ہے۔ آئندہ اس پر کوئز بھی کیا جائے گا۔

سالانہ امتحان میں نمایاں کارکردگی پر لیزر کے طلباء کو انعامات دیئے گئے جو مندرجہ ذیل ہیں:

سکول میں اوّل پوزیشن:	منصور احمد	71.68 %
روزانہ حاضری:	عثمان احمد	92 %
نماز کی حاضری:	تنویر شاہد	68 %
تدریس القرآن کی حاضری	نوید احمد	80 %

تدریس القرآن بحیثیت استاد	قاری فضل الٰہی
ذاتی صفائی اور خوش لباسی	تنویر شاہد

تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ لاہور کا کردار

شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام مورخہ 23 مارچ 2011ء بروز بدھ بعد از نماز عصر ''تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ لاہور کا کردار'' پر ایک لیکچر کا اہتمام کیا۔

اسٹیج سیکرٹری کے فرائض محی الدین صاحب نے سرانجام دیئے۔

پروگرام کا آغاز سکندر احمد نے تلاوت قرآن مجید سے کیا

''یوم پاکستان'' کے موقع پر شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام منعقدہ پروگرام میں وقاص احمد صاحب نے ''تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ لاہور کا کردار'' کے موضوع پر تقریر کی۔ جس کو حاضرین نے بہت سراہا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے ''کرکٹ ٹورنامنٹ'' میں پہلے اور دوسرے نمبر پر آنے والی ٹیموں کو ٹرافیاں دیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جنوری اور فروری میں نماز میں سب سے زیادہ حاضر رہنے والے بچوں میں انعامات تقسیم کیے (دونوں ماہ میں ایک ہی خاندان کے بچے اوّل رہے)۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی دعاؤں سے پروگرام کا اختتام کیا۔ اس کے بعد حاضرین کی خدمت میں چائے وغیرہ پیش کی گئی۔

☆☆☆☆

''پیاسی زندگی کو شاداب بنانے کیلئے چند روحانی پیغامات''

انگریزی سے ترجمہ: محترمہ نصرت مبارک احمد صاحبہ

حوصلہ افزائی

''نیک اعمال خدا کی جانب چڑھتے ہیں اور وہ ہی نیکیوں کا بہترین بدلہ دیتا ہے''۔(القرآن 35:10)

ڈاکٹر الفریڈ ایڈلر عظیم سائیکالوجسٹ جب کم عمر لڑکا تھا تو اس کا حساب کمزور تھا۔ حساب کے استاد نے یہ بھی کہا کہ تم جیسا بیوقوف میں نے نہیں دیکھا۔ بلکہ اس نے الفریڈ کے والدین کو بھی کہا کہ اپنے بیٹے سے زیادہ توقعات نہ رکھیں کیونکہ وہ بدھو ہے۔ الفریڈ نے خاموشی سے ان خامیوں کو مان لیا۔ حساب میں اس کے کم نمبر بھی یہی ثابت کرتے تھے۔

ایک روز کلاس روم میں ٹیچر نے حساب کا ایک مشکل سوال بلیک بورڈ پر لکھا جس کا جواب کسی کو بھی نہ آتا تھا۔ الفریڈ نے سوال حل کرنے کے لئے ہاتھ کھڑا کیا۔ جس پر ساری کلاس بمع ٹیچر ہنسنے لگے۔ الفریڈ گھبرا گیا۔ وہ بلیک بورڈ تک پہنچا اور سوال کو بالکل صحیح حل کر دیا۔ سب حیران رہ گئے تب الفریڈ کو معلوم ہوا کہ وہ تو حساب جانتا ہے۔ وہ ٹیچر اور والدین کی باتوں میں آ کر سمجھتا تھا کہ وہ حساب کبھی نہ سیکھ سکے گا۔

ہم میں سے اکثر کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ ہم لوگوں کے کہنے میں آ کر خیال کرتے ہیں کہ ہم میں بڑی خامیاں ہیں۔ ہمارے ہر امید، خواب کبھی پورے نہیں ہو سکتے۔ ہم بغیر تحقیق کے یہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور اپنی زندگی کو ناخوشگوار، ناکام اور تلخ بنا لیتے ہیں۔ ہم لوگوں کی باتوں میں آ کر اپنی قابلیتوں کو دبا لیتے ہیں۔ ہر کسی کو خواہ بچہ ہو، جوان یا بوڑھا ان کی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی کو بے حوصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ کوئی مشکل نہیں کسی کی اچھی بات کو سراہنا۔۔۔ یہ کہہ دینا تم میں بڑی خوبیاں ہیں۔۔۔۔۔ ہمیں یقین ہے تم بڑے کامیاب ہو گے۔۔۔۔۔ شاباش دینا وغیرہ۔

میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ 20 سال اسکول چلانے سے میں نے محسوس کیا کہ صرف پوزیشن لینے والے طلباء کو ٹیچرز، والدین سب خوب شاباش دیتے ہیں۔ اس طرح تعلیم میں کمزور یا فیل شدہ بچے احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات وہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ میں نے تمام نالائق، شرارتی بچوں کی حوصلہ افزائی کی خاطر ہمیشہ ان کو کلاس کا مانیٹر بنایا۔ اور ان کی چھپی ہوئی خوبیوں کو نکھارا۔

اسی طرح کپڑوں سے قوم کی توجہ ہٹانے کے لئے ٹیچرز کا یونیفارم مقرر کر دیا۔ جس سے کئی دل خوش ہو گئے۔ اسی طرح ایک موسم گرما کی دوپہر مجھے یوں لگا کہ کوئی میرے گھر کے پچھلے لان میں بانسری بجانے کی کوشش کر رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ میری مائی کا 8 سالہ لڑکا پلاسٹک پائپ سے یہ کام لے رہا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا ہو سکتا ہے یہ کم عمر یتیم لڑکا آئندہ زندگی میں کامیاب بانسری نواز بن سکے۔ میں نے اسے بازار سے ایک بانسری منگوا دی۔ چند روز میں ہی وہ اس سے کامیاب سر نکالنے لگا۔

میری اپنے بہن بھائیوں سے یہی گذارش ہے کہ کبھی کسی کی دل شکنی نہ کریں۔ یہ بات بڑے ہنر وروں کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔

(بشکریہ: Spiritual Notes سرینام)

☆☆☆☆

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور، حامد رحمٰن

بچوں کا صفحہ

ایک پیغام والدین اور اساتذہ کے نام

ہماری خواہش ہے کہ پاکستانی بچوں کو چھوٹی چھوٹی اخلاقی باتیں سادہ آسان زبان میں سکھا کر مہذب بنا دیا جائے۔ یہ مضامین ہر ذہنی سطح کے مطابق لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اپنے تئیں یہ کاوش قطعی دردمندانہ اور قومی ہے مگر اس میں کامیابی اسی وقت ممکن ہوگی جب ہمیں محبِّ وطن والدین اور اساتذہ کا تعاون میسر ہو۔

بچے کم عمری کے باعث غیر ذمہ دار ہوتے ہیں اور یہ مضامین جب تک ان کو بار بار پڑھانے اور سنانے کا انتظام نہ کیا گیا ذہن نشین نہیں ہوں گے اور اس طرح اصل مقصد حاصل نہ ہو سکے گا۔

اس نیک کام میں ہم سے تعاون فرمائیں اور ان مضامین کو بچوں کے خوب ذہن نشین کروائیں تا کہ یہ ہمیشہ کے لئے ان کی شخصیت کا جزو بن جائیں۔

نصرت مبارک احمد شیخ

محنت

محنت کرنا ایک بڑی باعزت عادت ہے۔ محنت سے کام کرنے والا خود بھی صحت مند رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہوتا ہے، کیونکہ حدیث میں آیا ہے:

”محنت کش اللہ کا دوست ہے“

ہم سب کو چاہیے کہ اپنے کام دِل لگا کر محنت سے کریں۔ چھوٹے بچوں کی محنت یہی ہے کہ وہ اپنے سب کام خود کرنے کی کوشش کریں۔ اِدھر اُدھر کاغذ یا کوڑا نہ پھیلائیں بلکہ چھوٹی موٹی چیزیں جو پھیلی ہوئی ہوں ان کو ٹھکانے سے رکھ دیں۔ لڑکے اور لڑکیوں کو تعلیم میں محنت کے ساتھ گھریلو ذمہ داریاں بھی اٹھانی چاہئیں۔ اپنا گھر اور محلّہ صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔ کچھ کام ملک کی بھلائی کے بھی ضرور کرنے چاہئیں خواہ وہ ان کی عمر کے مطابق چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔

اسی طرح جب وہ بڑے ہو جائیں تو جو بھی عہدہ انہیں ملے خواہ وہ کلرک کا ہو یا افسر کا، ملازم کا ہو یا مالک کا، مزارع کا ہو یا زمیندار کا یعنی جو بھی مقام انہیں اپنی کوشش اور محنت سے ملا ہو اس کو صبر شکر اور عمدگی سے نباہنا چاہیے۔ ہمارے ملک میں بہت سے لوگ اپنے کام بے دلی اور سستی سے انجام دیتے ہیں اور محنت سے کتراتے ہیں۔ یا تو انہیں اپنے کام ناپسند ہوتے ہیں یا ان کا دل مشقت کرنے کو نہیں چاہتا۔ حالانکہ ایک تو مشقت میں صحت کا راز پوشیدہ ہے۔ دوسرے کوئی بھی کام گھٹیا یا چھوٹا نہیں ہوتا۔ مشین کے چھوٹے بڑے پرُزوں کی طرح ہم سب کو چھوٹا یا بڑا پرُزہ بن کر ملک کی مشینری چلانی ہے۔ اگر ہر شخص بڑا پرُزہ بننے پر ہی اصرار کرے تو چھوٹے پرُزوں کا خلاء کون پورا کرے گا؟

ہمارے ملک میں غلط تربیت اور اندھا دھند مغرب کی تقلید کرنے سے شروع سے ہی یہ بات ذہن میں راسخ ہو جاتی ہے کہ دولت ہی سب کچھ ہے، پھر اس کے حصول کے لئے جائز و ناجائز ذرائع اپنا لئے جاتے ہیں۔ اکثر لوگ بغیر محنت کے تھوڑے سے وقت میں دولت مند بننے کے چکر میں ہوتے ہیں۔ حالانکہ تھوڑی سی اچھائیوں کے علاوہ دولت کے ساتھ بہت سی خرابیاں بھی ہوتی ہیں۔ اکثر دولت مند جن ذہنی اور جسمانی پریشانیوں میں مبتلا ہوتے ہیں منصف خدا نے غریبوں کو ان سے بچا رکھا ہوتا ہے۔ اس لئے چھوٹے عہدہ اور کم پیسوں سے بددل نہ ہوں۔ اگر آپ بہت پیسہ نہ بھی کما سکے تو کوئی اور نعمتوں کے حقدار بن جائیں گے۔

پوری پاکستانی قوم کے بچوں، عورتوں اور مردوں کو اپنے اپنے کام محنت، لگن اور ایمانداری سے کرنے چاہئیں۔ اس طرح پاکستان خوشحال ہو جائے گا اور اسی میں سب کی خوشحالی پوشیدہ ہے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ کوئی حق نہیں بغیر ذمہ داری کے، کوئی انعام نہیں بغیر قربانی کے اور کوئی ملکیت نہیں بغیر محنت کے۔

(انتخاب: اچھے پاکستان بچے)

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔۵۔عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

خوشا قسمت تو آیا ہم میں مامورِ خدا بن کر

از جناب مولانا مرتضٰی خان حسن)

شبستانِ جہاں میں آیا تو شمع ہدیٰ بن کر — ضیاء گستر ہوا عالم پہ تو شمس الضحیٰ بن کر

بڑی مدّت سے دُنیا منتظر تھی تیرے آنے کی — خوشا قسمت تو آیا ہم میں مامورِ خدا بن کر

ترو تازہ ہو آنے سے تیرے روضۂ ملّت — تُو آیا گلشن اسلام میں بادِ صبا بن کر

پڑی تھی سخت گرداب بلا میں کشتی اُمت — خدا نے دستگیر کی تو آیا ناخدا بن کر

دیا درسِ شریعت تو نے پھر اقوام عالم کو — دکھائی راہ دیں کی گمرہوں کو رہنما بن کر

کیا آگاہ دنیا کو حقائق سے معارف سے — بتایا راہِ عرفان مہبطِ وحیِ خدا بن کر

ڈرا ہرگز نہ دشمن سے میں صدقے تیری جرات کے — ادا حق کردیا تبلیغ کا مردِ خدا بن کر

خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا تجھ کو — کلیم حق بنا تو نائب خیرالوریٰ بن کر

شمائل میں تیرے شانِ محمدؐ سے نظر آئی — ہُوا ظاہر جہاں میں تو بروزِ مصطفیٰؐ بن کر

خدا نے سرک سِری ہے فرمایا تیرے حق میں — یہ وہ دولت ہے جو ملتی ہے محبوبِ خدا بن کر

تمنا ہے رہوں تیرا سدا میں خاک پا بن کر — رہوں دنیا میں تیرا میں سدا مدحت سرا بن کر

مسیحا! میرا دامن گوہر مقصود سے بھر دے
میں آیا ہوں ترے در پر گدائے بے نوا بن کر

جشن پاکستان پر

از: اعظم علوی

دعا اہلِ حرم کی عرش سے پیغام لائی ہے
بحمداللہ کہ نصرت پھر درِ مولا سے آئی ہے
جو تھا مدِ مقابل آج اس نے منہ کی کھائی ہے
شہنشاہی مسلمانوں کی لونڈی بن کے آئی ہے

درِ خالق پہ یہ غازی جو خم اپنی جبیں کر لیں
تو پاکستان کیا شئے ہے جہاں زیرِ نگیں کرلیں

ہمیں فاروق اعظمؓ کی وہ سطوت یاد ہے اب تک
علیؓ و طارق و خالدؓ کی جرات یاد ہے اب تک
صلاح الدین و قاسم کی شجاعت یاد اب تک
ہوئی تھی ہم پہ جو بارانِ رحمت یاد ہے اب تک

اُدھر غازی کے لب پر نعرہ تکبیر ہوتا تھا
تو ملک قیصر و کسریٰ ادھر تسخیر ہوتا تھا

وہ جرات آشنا تھے گرمی ایماں کی برکت سے
سمجھتے تھے کہ زندہ ہیں فقط احیاءِ ملت سے
خریدا جا نہیں سکتا تھا اُن کو مال و دولت سے
فقیری میں وہ مالا مال تھے صبر و قناعت سے

تکبر سے نہ اٹھتی تھی نگاہِ پاک باز ان کی
ادا ہوتی تھی تلواروں کے سایہ میں نماز ان کی

اسی جوش اخوت سے جہاں میں انقلاب آیا
یہی احساس ملت نور بن کر ہر طرف چھایا
یہی جذبہ مسلماں کو زمیں سے عرش پر لایا
جہاں والوں نے اپنے روبرو نورِ خدا پایا

نوید فتح و نصرت بن کے آئی ہر سحران کی
پہاڑوں کا جگر تک چیر جاتی تھی ان کی

سرِ مسلم پہ اب جو ابرِ رحمت کی تراوش ہے
جگر کے خون سے تاریخ ماضی کی نگارش ہے
چمن میں جذبہ شوقِ شہادت کی نمائش ہے
یہ کہہ دو بلبلوں سے نقد جاں کی آزمائش ہے

سرود و رقص کی محفل کے اٹھ جانے کے دن آئے
کمر باندھو عزیزو نور پھیلانے کے دن آئے